بسم اللہ الرحمن الرحیم

RARE BOOK
NOT TO BE ISSUED

رسالہ

نوادرِ سخن

یعنی

باب چہارم کتاب نکاتِ سخن

مصنّفہ

سیّد فضل الحسن حسرتؔ موہانی بی۔ اے اڈیٹر اُردوئے معلّے کانپور

جسمیں

اُردو زبان کے چند نادر الفاظ کی تفصیل اور تحقیق بڑی کاوش اور کوشش کے ساتھ

مع متعدد مثالوں کے درج کی گئی ہے

Checked
1987

حاجی شرف الدین نے اپنے

رئیس المطابع واقع شہر کانپور میں چھاپا

اور

حسرت موہانی نے شایع کیا

طبع اوّل ۵۰۰ جلد

قیمت فی جلد

۱۹۲۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوادرِ سخن

یعنی

باب چہارم کتابت سخن کا

اس سے قبل کتاب نکات سخن کے تین ابواب (۱) متروکات سخن (۲) معائب سخن اور (۳) محاسن سخن پہلے رسالہ اردو نے معلے کے ساتھ ضمیمے کے طور پر اور اس کے بعد علیحدہ کتابی شکل میں چھپکر شایع ہو چکے ہیں باقی دو ابواب یعنی (۴) نوادر سخن اور (۵) اصلاح سخن جنکی با بت توجہ کرنے کا بوجوہ اسوقت تک موقع نہ ملا تھا اب اردوئے معلے میں نقل کیے جاتے ہیں تا کہ نکات سخن کی تکمیل میں کوئی کمر باقی نہ رہ جائے۔

واضح ہو کہ نوادر سخن کے سلسلے میں ہم نے زیادہ تر انہیں چیزوں کو لیا ہے جنمیں اردو زبان کے مقررہ قواعد کے علاوہ یا خلاف کوئی غیر معمولی بات یا ندرت نظر آتی ہے۔ مثلاً:-

(۱) فعل لازم کے ساتھ نے کا استعمال

اردو زبان کا یہ عام قاعدہ ہے کہ "نے" علامت فاعل صرف متعدی افعال کے ساتھ استعمال کیجاتی ہے، مثلاً میں نے مارا، اس نے کھایا، تو نے دیکھا، اور افعال لازم کے ساتھ "نے" کی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً میں آیا، وہ گیا، تو دوڑا، لیکن بعض افعال مثل رونا اور ہنسنا ایسے بھی پائے جاتے ہیں جن کے ساتھ "نے" کا استعمال متقدمین، متوسطین اور متاخرین سب کے کلام میں موجود نظر آتا، اور بہرحال جائز سمجھا جاتا ہے مثلاً:-

میر حسن: کسی نے بات کی اور رو دیا اُس نے / یہ حال اب دل زار و نزار کا پہنچا

اسیر: لطف اس نے بھی اٹھایا ہے گرفتاری میں / رو دیا ہم نے جو بندہ کوئی آزاد ہوا

شیفتہ: دیکھکر چشم غضب کو اسکی ہم نے رو دیا / چاہیے پانی ملا لینا شراب تیز کو

وزیر: میں نے جو آہ سرد بھری اُس نے ہنس دیا / گل کی کلی نسیم سحر سے چٹک گئی

اشرف گسمنڈوی ؎ آنکھیں دو چار کرتے ہی اُس کا [illegible] ٭ در پردہ کچھ نگاہوں ہی میں اقرار ہو گیا

محمود دہلوی ؎ سوال وصل پہ اُنسے نیا فقرہ چلا بیٹھے ٭ مسافر ہوں نظر کرنی پڑیگی میری غربت پر

چلنا فعل لازم ہے مگر "فقرہ چلنا" دوسری چیز ہے جسکے ساتھ "نے" کا استعمال ہوتا بھی اور
نہیں بھی ہوتا مثلاً یوں بھی کہتے ہیں کہ "میں اُن سے نیا فقرہ چلا" اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں
کہ "میں نے ان سے نیا فقرہ چلا" جیسا کہ محمود نے کہا ہے۔

(۱۳) سوائے اسکے بجز اس کے وغیرہ

اُردو زبان میں عام رواج یہ ہے کہ لفظ "سوا" جب آخر میں استعمال ہوتا ہے تو
صرف "سوا" بولا جاتا ہے۔ مثلاً

حسرت موہانی ؎ کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہد سے نخوت کے سوا ٭ شغل بیکار ہیں سب اُن کی محبت کے سوا

نخوت کے سوا۔ محبت کے سوا۔ آپکے سوا۔ میرے سوا۔ تیرے سوا۔ اس کے سوا وغیرہ اور
جب ابتدا میں آتا ہے تو عموماً "سوائے" ہو جاتا ہے اور اسکے ساتھ "کے" بھی ضرور ہوتا ہے مثلاً

سودا ؎ جہان کے بیچ غم دل کہوں کس سے کوئی ٭ سوائے غم کے مرا کوئی غمگسار نہیں

غالب ؎ کہا ہے کس نے کہ غالب برا نہیں لیکن ٭ سوائے اسکے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیئے

شادان ؎ سوائے لطف کے اُنکی بہاریں کیا تھا ٭ بجز یہ کہ کیف بادہ خواریں کیا تھا

مگر اس کے خلاف بھی مثالیں موجود ہیں۔ دیکھئے

میر ؎ ہر صبح اُٹھکے تجھ سے مانگوں ہوں میں تجھی کو ٭ تیرے سوائے میرا کچھ مدعا نہیں ہے

تیرے کے بعد صرف "سوا" ہونا چاہیئے تھا مگر میر نے "تیرے سوائے" کہا ہے اور ہم اس کو
بھی ناجائز نہیں کہہ سکتے اگرچہ صحیح یہی ہے کہ "سوا" ہی کو حاصل ہونا چاہیئے۔ اسی طرح ابتدا
میں سوا کے بجائے سوائے کا استعمال بغیر "کے" کے بھی درست ہے بلکہ بہ ترکیب فارسی
مستحسن سمجھا جاتا ہے مثلاً

داغ ؎ لا نہ خم مستی سے کچھ کام ہے ٭ سوا اسکے ہر گز ابھی کے دانے دانے نہیں

فانی ؎ نصیب ہو بھی تو کیا لطف وصل یار میں ہے ٭ سوائے عیش سو وعدہ انتظار میں ہے

جو حال ہونے کا ہے وہی بجز کا بھی ہوتا ہے اور بجائے کا بھی یعنی بہ ترکیب فارسی
بجز اور بجائے کے ساتھ کے کا استعمال ہوتا بھی ہے مثلاً

چمن بہاری ع — مر مردہ دل ہی کیا ہو بجز داغ جگر کے — اٹھے ہیں چمن میں بہار میں خزاں کی ہیں
عاشق دہلوی ع — سبکدوشی ہو کیا قاتل کہ رکھا — بجائے سر کے احسان گراں کو

اور نہیں بھی ہوتا مثلاً۔

شاداں ع — سوائے لطف کے اکبی بہار میں کیا تھا — بجز پیالۂ کیف بادہ خوار میں کیا تھا

اگرچہ ترجیح اسی کو ہے کہ بہ ترکیب فارسی بجز کے ساتھ "کے" کا استعمال ہو جیسا کہ
مہاراجہ چندو لال شاداں کے شعر میں ہے۔ اس کے بالکل برخلاف اگر ترکیب فارسی نہ ہو
تو اس حالت میں "کے" کا استعمال ضروری ہو جائے گا۔ اگر "کے" نہ لایا جائے گا۔
تو ناگوار ہوگا مثلاً

رضا علی وحشت ع — پامالی عاشقاں بجز اک نظر کا معاملہ — ترے اختیار کی بات ہے جو کرے یہ کام گر نگر

یہاں اگر "اک نظر" کی جگہ "یک نظر" ہوتا تو بہ ترکیب فارسی "پامالی عاشقاں بجز معاملۂ یک نظر" کافی
ہوتا یعنی "کے" کی ضرورت نہ ہوتی مگر اردو ترکیب کے ساتھ "پامالی عاشقاں بجز ایک
نظر کے معاملے کے" ہونا چاہیئے تھا۔ مگر وحشت کے شعر میں نہیں ہے اور اسلیئے نادرست ہے
بجائے کے متعلق عاشق دہلوی کے مندرجہ بالا شعر میں یہ بات توجہ طلب ہے کہ
اگر اس کے مصرعِ ثانی میں "بجائے سر" بروزن مفاعلن ہوتا تو "کے" کا استعمال بالکل
جائز ہوتا مگر عاشق نے "بجائے سر" بروزن مفاعیلن استعمال کیا ہے اور یہ بات نہایت
درجہ ناگوار ہے۔

(۳) "میرے" بجائے "اپنے"

انگریزی زبان میں نقلِ قول کی دو صورتیں جائز سمجھی جاتی ہیں یعنی ڈائرکٹ اسپیچ [illegible]
[illegible] اور ان ڈائرکٹ اسپیچ [illegible] [illegible] مثلاً زید نے اپنا ارادہ
لکھنؤ جانے کا ظاہر کیا ہو تو ہم اُسے دو طرح سے ادا کر سکتے ہیں، ایک اس طرح کہ زید کہتا ہے کہ

میں کل لکھنؤ جاؤنگا" دوسرے اس طور پر کہ "زید کہتا ہے کہ وہ کل لکھنؤ جائیگا" اور ترجیح دوسری قسم کو دی جاتی ہے۔

اردو زبان میں اس کے برخلاف ترجیح قسم اول کو دیجاتی ہے بلکہ جب تک انگریزی طرز بیان کی اشاعت ہوئی تھی اسوقت تک کسی کو دوسری قسم کی عبارت لکھنے کا خیال بھی نہ ہوتا تھا۔

یہ حال تو ہوا صیغہ غائب کا۔ اب صیغہ متکلم کو لیجئے کہ انگریزی میں میں اور ہم کے ساتھ میرا اور ہمارا لازمی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اسکے برخلاف اردو میں میرا اور ہمارا دونوں کی جگہ ایک لفظ اپنا بولتے ہیں مثلاً انگریزی میں کہینگے

مجھکو میرا مکان پسند ہے مگر اردو میں بولینگے کہ مجھے اپنا مکان پسند ہے۔ یا ہمیں اپنا مکان پسند ہے یا مثلاً انگریزی میں کہینگے کہ [illegible] میں میری مکان کو جاتا ہوں لیکن اردو میں یوں کہیں گے کہ میں اپنے مکان کو جاتا ہوں۔

اردو میں میرے کے بجائے اپنے کا استعمال غالباً محاورہ فارسی کے تتبع میں کیا جاتا ہے اسلئے کہ فارسی میں بھی "من بخانۂ من میروم" نہیں کہتے بلکہ "من بخانۂ خود میروم" بولتے ہیں۔ اردو میں خود کا ترجمہ اپنا اور اپنے کیا جاتا ہے اور یہ صحیح کیا جاتا ہے۔

اسمیں شک نہیں بعض شعرائے اردو مذکورہ بالا قاعدہ کے خلاف بھی گئے ہیں مثلاً

غالب ؎ اور میں وہ ہوں کہ گرجی میں کبھی غور کروں ؎ غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

یہاں غالب نے "مجھے اپنی اوقات" کے بجائے "مجھے میری اوقات" نظم کر دیا ہے۔

بیباک شاہجہانپوری ؎ کس کاوش سے کس کراہ سے پیٹ کیا ؎ آج معلوم ہوئی ہے مری اوقات مجھے

یہاں بیباک نے "مجھے اپنی اوقات معلوم ہوئی" کی جگہ "مجھے میری اوقات معلوم ہوئی" لکھدیا ہے لیکن ہم ان دو ایک مثالوں کو بطور سند قبول نہیں کرسکتے بلکہ غالب و بیباک کے سہو اتفاقی پر محمول کرتے ہیں۔

تاہم ایک نکتہ ایسے مواقع پر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ جہاں کہیں اس بات کا شبہ ہو سکتا ہو کہ لفظ اپنے متکلم کے لئے استعمال کیا گیا ہو یا مخاطب کے لئے وہاں میرے کے بجائے اپنے نہیں لایا کرتے بلکہ میرا ہی کو ترجیح دیتے ہیں مثلاً اس فقرے میں کہ مجھے اپنے گھر تک

جملہ سمجھتا ہے" بیشک "آپ نے" ہی کا استعمال صحیح ہے اسلئے کہ یہاں کوئی دوسرا مخاطب نہیں ہے اسکے برخلاف اس فقرے میں "مجھے میرے گھر تک پہنچا دیجئے" "اپنے گھر" کے بجائے "میرے گھر" بولنا ہی درست ہوگا اسلئے کہ "مجھے اپنے گھر تک پہنچا دیجئے" سے یہ مفہوم پیدا ہوجائیگا کہ شخص متکلم شخص مخاطب کے گھر پہنچنا چاہتا ہے۔

(۴) ملا کے بجائے پایا ۔ اخفا بجائے مخفی ۔ طول بمعنی طویل

سب کو معلوم ہے کہ اخفا مصدر عربی ہے بمعنی "چھپانا" اور طویل اسم ہے بمعنی لمبائی لیکن اس بات کو بھی اردو زبان کے نوادر میں داخل سمجھنا چاہیے کہ اکثر اساتذہ نے مخفی کے بجائے اخفا اور طویل کے بجائے طول کو غلط العام کے طور پر نہیں بلکہ بالکل جائز سمجھکر استعمال کیا ہو مثلاً:-

نسیم دہلوی ؎ طول بھی راہ عدم کم ہو سکے گا تربت میں ۔۔ پاؤں پھیلائے ہوئے تھے دوری منزل سے ہم

بیخود دہلوی ؎ دل میں چھپکر وہ ستمگر آ رہا ۔۔ حال میرا مجھ سے بھی اخفا رہا

علی ہذا القیاس پایا کو جو فعل متعدی ہے فعل لازم کی طرح بمعنی ملا استعمال کرنا بھی دہلی و آگرہ کے بعض مستند شاعروں کے نزدیک جائز بلکہ عوام دہلی و آگرہ کی زبان پر آجتک چڑھا رہی ہے مثلاً

میر ؎ ہمیں آہ میر کل بہا آگئی ۔۔ طرح اسمیں مجنوں کی سب پا گئی

قلق میرٹھی ؎ حرماں بھی تو ارمان کے برابر نہیں ہوتا ۔۔ پاتے ہیں اگر آپ تو خنجر نہیں ہوتا

عاشق دہلوی ؎ مثل گرداب رہے چکر میں ۔۔ در مقصود نہ پایا ہمکو

واضح رہے کہ مندرجہ بالا مثالیں نوادر سخن کی ہیں جنکے عام طور پر جائز سمجھنے یا بلا تکلف استعمال کرنیکو ہم کسی طرح مناسب نہیں سمجھتے۔ پاتے ہیں کی جگہ ملتے ہیں اور پایا ہمکو کے بجائے ملا ہمکو ہونا چاہیے تھا

(۵) افعال جمع کے ساتھ اسمائے وقت کا بھی جمع استعمال

اردو زبان کا یہ قاعدہ سب کو معلوم ہے کہ عام طور پر اسماء اور افعال کے درمیان واحد جمع ہونے کی حالت میں باہمی مطابقت صرف اسمائے مونث کیلئے لازمی ہوتی ہے۔ اسمائے مذکر میں نہیں ہوتی مثلاً عورت مونث ہے اسلئے "عورت آئی" اور "عورتیں آئیں" بولینگے یعنی جب اسم جمع ہوگا تو فعل

بھی جمع آئیگا۔ اسکے برخلاف مرد مذکر ہے اسلئے "مرد آیا" اور "مرد آئے" بولتے ہیں یعنی جمع کا اظہار صرف فعل ہی کافی سمجھا جاتا ہے اسم دونوں حالتوں میں واحد ہی رہتا ہے۔

اس قاعدہ میں صرف ایک استثنا ہے وہ یہ کہ اگر اسم مذکر کے آخر میں "الف" یا "ہ" ہو تو فعل جمع کے ساتھ اسم کا بھی جمع ہونا لازم ہوگا مثلاً "گھوڑا آیا" اور "گھوڑے آئے" "رتبہ بڑھا" اور "مرتبے بڑھے" اس استثنا کو "الف" کے حرف علت ہونے سے بھی کوئی علاقہ نہیں ہے اسلئے کہ اسمائے مذکر کے آخر میں باقی حروف علت یعنی "و" اور "ی" کے ہونے سے بھی مذکورہ بالا قاعدہ کلیہ میں فرق نہیں پڑتا مثلاً "آنسو نکلا" اور "آنسو نکلے" "یا موتی ٹوٹا" اور "موتی ٹوٹے"۔

البتہ اسمائے وقت میں سے برس اور پہر کے مانند چند اسماء ضرور ایسے ہیں جو بعض حالتوں میں افعال جمع کے ساتھ "وں" کے ذریعہ سے جمع بنا دیئے جاتے ہیں اور نوادر سخن کا ایک نہایت دلچسپ نمونہ پیش کرتے ہیں مثلاً

تلخ ؎ برسوں ہوئے سنی نہیں تقریر یار کی | دیکھی نہیں مہینوں سے تصویر یار کی

امیر مینائی ؎ زانو پہ امیر سر کو رکھے | پہروں گذرے کہ رو رہے ہیں۔

غور کیجئے کہ برس اور پہر دونوں مذکر ہیں ان کے آخر میں "الف" یا "ہ" بھی نہیں ہے اسلئے عام طور پر بولتے بھی یونہی ہیں کہ "ایک برس ہوا" اور "دو برس ہوئے" یا "ایک پہر گذرا" "دو چار پہر گذرے" لیکن محاورہ زبان کی ندرت کو ملاحظہ فرمائیے کہ جب بلا تعین مدت بولینگے تو "برس ہوئے" یا "پہر گذرے" کے بجائے "برسوں ہوئے" اور "پہروں گذرے" ہی کہینگے جیسا کہ تلخ اور امیر نے کہا ہے

(۶) بعض الفاظ مہمل کی ندرت

اردو زبان کی خوبی اور فضیلت کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس زبان میں ہر غیر زبان کے ضروری اور مناسب الفاظ کو اپنے میں جذب کر لینے کی بہت بڑی گنجائش موجود ہے۔ جہاں بعض مفرد الفاظ بہ تغیر خفیف لوگوں کی زبان پر بے تکلف جاری ہو کر اردو بن گئے ہیں مثلاً اپیل۔ لالٹین بگھی۔ پلٹن بسکٹ وغیرہ میں بعض فارسی ہندی اور انگریزی

ف بعض اسمائے غیر منصرف جیسے صحرا۔ دریا وغیرہ کو اس قاعدہ سے خارج سمجھنا چاہیئے مثلاً "دریا بڑھا" اور "دریا بڑھے" "صحرا اچھا ہے" اور "صحرا اچھا ہے"

الفاظ میں فارسی لفظ "دان" یا ہندی لفظ "گھر" بڑھا کر ترکیب نام بھی بہت اچھے بنا لئے گئے ہیں
مثلاً اگالدان۔ روشندان۔ پاندان۔ کتاب گھر۔ وغیرہ دیکھنے کے قابل بات یہ ہے کہ ترکیب
زبان کے مقابلہ میں جمہور کسی قانون اور قاعدے کی پابندی کو اچھے ادب لائق نہیں سمجھتی۔
مثلاً فارسی اور ہندی الفاظ کی ترکیب عموماً ناجائز قرار دی جاتی ہے مگر اگالدان
کو اکثر اگالدان بنا لیتے ہیں اس قاعدہ کو کوئی بھی نہیں پوچھتا۔ علیٰ ہذا القیاس کہیں کہیں
غیر معروف الفاظ کو اردو بنا لینے کے لئے گھر کا لفظ زائد بھی لگا دیا جاتا ہے مثلاً اگر یا گھر
یا اسکول گھر وغیرہ۔ رشک کا مطلع ملاحظہ طلب ہے ؎

اے خدا طفل تمہارے ہی ہوں نظر کے سامنے
گھر بنے ایسا کہ ہو اسکول گھر کے سامنے

(۷) مصدر "بھولنا" کے دو طریق استعمال

اردو مصدر "بھولنا" کا استعمال بھی خالی از ندرت نہیں ہے مثلاً۔

غالب ؎ تو مجھے بھول گیا ہو تو پتہ بتلا دوں
کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

یہاں بھولنا میں مصدر متعدی کی شان پیدا ہے۔ اس کے خلاف مصدر لازم کی
مثالیں ملاحظہ ہوں۔

رشک ؎ محبت کے سبق میں ہے یہ فرق ناقص و کامل ؛ کسی کو بھول جاتا ہے کسی کو یاد رہتا ہے

بھول جاتا ہے یعنی سبق بھول جاتا ہے سبق یاد نہیں رہتا۔

لاالم ؎ یہ روز روز ترقی پہ حسن ہے اسکا
کہ شکل دید مجھے بھول بھول جاتی ہے

شکل بھول بھول جاتی ہے یعنی یاد نہیں رہتی۔

(۸) مژہ میں "ہ" کا اظہار خفی

مژہ ایک فارسی لفظ ہے اہل زبان اسکے آخر میں ہائے ہوز ہے اسکی پوری آواز
کو ظاہر کرنا خلاف فصاحت سمجھتے ہیں مثلاً نظیری ؎

ع۔ مژہ را کشادہ دادن و رفتہ باز کردن ظاہر ہے کہ یہاں "مژہ" بروزن "نگہ" نہیں استعمال

کیا گیا اور مژہ میں "ہ" کا اظہار اگر ہے بھی تو نہایت خفی۔ فارسی میں لفظ حوصلہ کا استعمال
بھی قریب قریب اسی طریق پر ہوتا ہے۔ اور فارسی ہی پر کیا موقوف ہے اردو میں بھی
مومن خاں نے لکھا ہے ؎

تحسین سخن فہم ہے مومن صلہ اپنا

مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ حوصلہ و مژہ میں ایک فرق ابھی موجود ہے وہ یہ کہ اردو میں
بشرط ضرورت شعر اور مزا اس کا ہم قافیہ بنا کر حوصلہ کے بجائے حوصلا بھی کہہ سکتے ہیں لیکن مژہ کو "مژا"
نہیں کہہ سکتے۔

فارسی زبان کی تتبع میں اردو کے بھی قریب قریب کل اساتذہ نے لفظ مژہ کے استعمال
میں "ہ" کے اظہار کو خفی ہی رکھا ہے مثلاً ؎

بحر لکھنوی ؎ چھپتی پھرتی ہے گھٹا جب مژہ تر ہوتی ہے ٭ دیکھ گل جانفشاں پہ گلشن قدرت کی بہار
ناظم اسیدری ؎ مقدار یک قطرۂ خون عشق ہے یہ دل ٭ حیراں ہوں کہاں سے مژہ خونناب فشاں ہے

غالب کے شاگرد ذکی نے البتہ اس کا استعمال دوسری طرح بھی کیا ہے اور کہتے ہیں ؎

اُن کی نگاہ کھینچتی ہے تیغ بے دریغ ٭ دل میں مژہ چبھوتی ہے نشتر بری طرح

یہاں مژہ بر وزن نگہ استعمال کیا گیا مگر ہر شخص اس کی ثقل کو بادنیٰ تامل معلوم کر سکتا ہے

(۹) اپنے کا خاص استعمال خلاف محاورہ پنجاب

اہل پنجاب غالباً محاورہ انگریزی کے تتبع میں بسا اوقات لفظ "اپنا" و "اپنے" کو بہت بری
طرح استعمال کرتے ہیں مثلاً "میری ذاتی رائے یہ ہے" یا "خود میری رائے یہ ہے" کے بجائے انگریزی
مائی اون [illegible] [illegible] کا ترجمہ قرار دیکر ان دونوں موقعوں پر میری اپنی رائے بولتے ہیں
اور اچھا نہیں کرتے جب ۱۹۰۸ء میں راقم حروف نے اقبال کے کلام میں اسی قسم کی بعض خامیوں پر اعتراض
کیا تھا تو ایک صاحب نے جواب میں غالب کا یہ شعر سند میں پیش کیا تھا۔

میرا اپنا جدا معاملہ ہے ٭ غیر کے لین دین سے کیا کام

حالانکہ غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ غالب کے شعر میں لفظ اپنا محاورہ کی اسی ندرت کیا تھا

استعمال کیا گیا ہے جو سحر اور جلیل کے مندرجہ ذیل اشعار میں بدرجہ کمال پائی جاتی ہے مثلاً سحر ؎

آپنے جس رنگ میں ہیں خوش ہیں غرض صورت گل — مثل شبنم نہیں روتے کبھی خنداں ہو کر

یہاں "آپنے" کو خود یا ذات کے مفہوم سے ذرہ برابر بھی لگاؤ نہیں ہے بلکہ وہ ایک محاورۂ بحت ہے جسکی خوبی اہل زبان کے سوا دوسرے کی سمجھ میں نہیں آ سکتی یا مثلاً جلیل ؎

کوئی شمع کا حال دیکھے نہ دیکھے — لئے اپنے آنسو بہانے سے مطلب

یہاں بھی اگر کوئی "اپنے آنسو" کو شمع کے آنسو سمجھے تو اسکی سمجھ پر افسوس اور صد افسوس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

(۱۰) کون بجائے کس

کس کی جگہ "کون سی" یا "کون سے" پرانے لوگوں کی زبان پر آج تک جاری ہے مثلاً کہتے ہیں کہ "اب آپ کا عقد کون سی تاریخ یا کون سے دن پیش ہوگا" کہیں کہیں اساتذہ نے "سی" کو بھی الگ کر کے کس کے بجائے صرف "کون" کا استعمال بھی جائز رکھا ہے مثلاً۔

ناؔدر ؎ زندہ نہیں کرتے لب جاں بخش سے مجھکو — فرمائیے پھر کون مرض کی ہے دوا آپ

مرزا کلب حسین خاں ناؔدر جو ناؔسخ کے شاگرد ہیں انکی زبان کے مستند ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ نادر سخن کی اور مثالیں بھی انکے کلام میں خصوصیت کے ساتھ پائی جاتی ہیں مثلاً

(۱۱) "وہ خبر ہوا" بجائے "اسے خبر ہوئی"

ناؔدر ؎ پہنچے تا آسماں مرے نالے — اپنے کوٹھے پہ وہ خبر ہوا

اس نادر محاورے کی مثالیں متاخرین کے علاوہ موجودہ شعراء کے کلام میں بھی ملتی ہیں مثلاً ؎

داغؔ ؎ دل کو نظروں سے گرا کر ہوئے آپ خبر — ایسے گرتے کو تو دیتے ہیں سہارا جھٹ پٹ

حسرت موہانی ؎ حال مرا تھا جب بتر تب نہ ہوئے تم خبر — بعد مرے ہوا اثر اب میں اثر کو کیا کروں

(۱۲) "خدا جانے" کی جگہ "معلوم کیا جانے" اور "کیا جانے" "نجانے" اور صرف "جانے"

ناطور ہے پامالی کے دیکھی کہ باندھی تھی حنا پائے صنم — سکھوں کا ذوق ہے اسے جو بھی زلف رسا پیچ کی

محشر لکھنوی: وہ بھی بیکار جانتے دلبر سے کیا بیچ کی — جس نے دیکھا ہے وقت تھوڑی نہیں

حسرت موہانی: وہ دوش تک بھی بلانے جن کے بال — جانے کیا ہوگا جب کہ کھل جائیں

تاج اور ہوی: آفت کا شوخ ہے وہ بلا کا شریر — جانے میں مر گئے نکا ادب کیونکر ٹھہرا

(۱۳) نظر آیا کے بجائے دکھلائی دیا

لطافت: وہ دفعتاً ہو گئے لے حضرت موسیٰ بیہوش — کیسے دکھلائی دیا تھا سر طور آپ کو کیا

بعض لوگ دکھلائی دیا سے گزر کر نظر ہی دیا بھی بول جاتے ہیں۔

(۱۴) ذرّہ بجائے ذرا

آباد لکھنوی: وہ رشک مہر رخ سے اٹھائے نقاب کیا — ذرّہ غرور بھی نہ رہے آفتاب کو

ذرّہ غرور یعنی ذرہ برابر غرور۔ ذرا بھی دراصل ذرّہ ہی سے نکلا ہے اور اسی سبب سے ذال سے لکھا جاتا ہے۔

(۱۵) غلط و غلت کا استعمال

رسالہ معائب سخن میں لکھا گیا تھا کہ ت اور ط کا قافیہ بھی شش، س، ص وغیرہ کے عیوب اور قابل ترک ہے مثلاً۔ رشک نے

توقیت حساب کثرت اعیادِ وصل میں — کہتے ہیں یار ٹال کے گنتی غلت ہوئی

واضح ہو کہ اس غزل کے دیگر قوافی صفت، سکت وغیرہ ہیں اسی رعایت سے رشک نے غلط کو غلت کہہ دیا۔ مگر بعد میں علی عظیم صاحب لکھنوی کے توجہ دلانے پر معلوم ہوا کہ غلط اور غلت دونوں لغتہ صحیح اور بامعنی لفظ ہیں لیکن دونوں کے مفہوم اور محل استعمال میں نازک فرق ہے اگر گفتگو اور مضامین میں غلطی ہو جائے تو اسے غلط طائے حطی سے لکھنا چاہیے اگر حساب میں غلطی ہو تو غلت تائے قرشت سے لکھنا چاہیے۔ رشک کے شعر میں حساب اور گنتی کے الفاظ موجود ہیں، لہٰذا صفت وغیرہ کا قافیہ غلت صحیح ہے

۳۔ حضرت امام حسن حضرت امام زین العابدین حضرت ابو جعفر باقر محمد بن زین العابدین امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہم
۴۔ حضرت عباس ابن عبد المطلب اور آپ کی ہمشیر مکرمہ حضرت صفیہ آنکے بھتیجے سفیان بن حارث بن عبد المطلب۔
۵۔ امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔
۶۔ سعد بن معاذ الشہلی و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ۔
۷۔ ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپکا مزار مکہ معظمہ میں ہے اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار سرف میں ہے۔
۸۔ اسماعیل ابن حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔
۹۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ امام دار الہجرہ۔
۱۰۔ حضرت امام نافع شیخ القراء۔
۱۱۔ قبۃ الحزن اسکے متعلق روایت تھی کہ یہ اس جگہ بنا تھا جس مکان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد رنج و غم میں تشریف رکھتی تھیں۔

جنت البقیع میں بہت کثرت سے قبہ جات و مظاہر تھے ۱۲۲۱ھ میں سعودی وہابیوں نے مدینہ شریف پر حملہ کرکے قبضہ کیا تھا تب سب کو منہدم کر دیا تھا۔ اسکے بعد مندرجہ صدر قبہ جات پھر دوبارہ بننے پائے تھے کہ ۱۳۴۴ھ میں جسطرح اُسے برباد کیا گیا ہے اُسکا ذکر اوپر آچکا ہے خدمت و تعصب کے بعد فہم نصوص شرعیہ میں جسقدر اب تک مسلمانوں نے نقصان اُٹھایا ہے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن میں آپس میں تفریق پیدا ہوئی۔ تفریق نے ضعف پیدا کیا ضعف کیوجہ سے وہ نہ تو تبلیغ اسلام غیر مسلمین میں پوری طرح کر سکے نہ اپنا فتح کیا ہوا حصۂ ملک باقی رکھ سکے اور اس صدی میں نتیجہ یہ نکلا کہ سب کچھ اُن کے ہاتھ سے جا چکا ہے۔ اس وقت قریب قریب تمام دنیا میں جہالت افلاس واد بار اور قبضہ کفار اُن پر

مسلط ہے۔

پڑھے لکھے ذہن سے جاہل ہیں مگر خود کو جاہل نہیں سمجھتے۔ صوفی خلوص، للہیت اور ذوقِ قلبی سے خالی ہیں مگر سمجھتے ہیں کہ ہم سے زیادہ کوئی متوالانِ الٰہی سے نہیں۔ امراء کوئی خاص اقتدار نہیں رکھتے نہ سرمایہ رکھتے ہیں مگر سمجھتے ہیں کہ ہم سب سے زیادہ ہیں اور ہم روپیہ کے زور سے جو چاہیں گے کرالیں گے۔ تینوں گروہ اپنا اثر و اقتدار بڑھانے کی کوشش میں مصروف ہیں مگر عوام میں کوئی کسی کا تابع ہو کر رہنا نہیں چاہتا۔ ہر شخص اسی کوشش میں مصروف ہے کہ میں لوگوں کو اپنا تابع فرمان بنا کر رکھوں اور خود آزاد رہوں۔ اور اپنی آزادی کی کوشش میں مصروف ہے۔ بیچارے نا سمجھ جاہل بے افسر فوج کی طرح ہے جنکا کوئی نقطۂ نگاہ نہیں۔ کبھی کسی کے تابع ہو جاتے ہیں اور کبھی کسی کے۔ جیسے چھٹ پڑے دشمن بن گئے جیسے پکڑا چند دنوں صرف زبانی ساتھ دیتے ہیں مگر عمل سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ عالم نما جاہلوں کے اختلاف نے دنیا کو تباہ کر رکھا ہے۔ قبوں کے انہدام میں ان کی جہالت آمیز روش پوری طرح ظاہر ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ چند سطریں اس پر لکھ دی جائیں۔

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح مسلمان اپنے بزرگوں کی قبر پر کوئی عمارت وغیرہ نہ بنائیں۔ بلکہ اپنی قبروں کو ان سے ممتاز رکھیں یعنی ایک ہاتھ اونٹ کے پیٹھ کی طرح بنا دیں یا برابر کچھ بلند رکھیں۔ اسی لیے آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ حکم دیکر قبرستان بھیجا تھا کہ وہاں جا کر جتنی اونچی اونچی قبریں ہیں انھیں نیچی کر دیں۔ آپ نے جا کر تعمیل فرمائی۔

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہرگز ہرگز اس سے یہ منشاء نہ تھا کہ قبریں اس طرح مٹا دی جائیں کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہے ورنہ آپ خود قبروں پر پتھر کے نشان نہ بناتے جس سے وہ پہچان لی جائیں۔ اور عبرت کے لیے قبرستان نہ جاتے نہ وہاں جا کر دعا وغیرہ فرماتے حالانکہ یہ سب کچھ آپ سے بہت زیادہ

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ کیونکہ جب آپ کا یہ منشا رہوتا کہ قبروں کا نام ونشان باقی نہ رہے تو پھر اُن افعال کے کوئی معنے نہیں۔ آپ کے قبروں پر خاص نشانات بنانے سے یہ ثابت ہے کہ آپ بعض قبروں کو اوروں میں ممتاز رکھنا چاہتے تھے۔

قبے اور عمارت کے معاملہ میں دیکھنے کی ضرورت تھی کہ یہود و نصاریٰ کسطرح قبروں کو بناتے ہیں۔ اُن کی یہ روش عام طور پر سب کو معلوم ہے کہ وہ مُردوں کی چھاتی پر یا تو بڑے بڑے مینار اُٹھاتے ہیں یا قبریں بہت اونچی رکھتے ہیں اور اپنے بڑے بڑے لوگوں کی قبروں پر بڑی بڑی عمارتیں بناتے ہیں۔ اور میلہ کر کے کھیل کود لہو ولعب اور غفلت میں خاص و عام سب مشغول رہتے ہیں ان سب باتوں سے حضور کی ممانعت ثابت ہے۔ پس ہمیں اُن کے خلاف کرنا چاہیئے قبر کا مسقف اور حجرہ کے اندر رہنا صحابہ رضوان اللہ علیہم کے اجماع سے ثابت ہے کیونکہ حضور کو حجرہ شریف میں دفن کیا گیا اور کسی نے آج تک اسکے خلاف نہیں کیا کہ آپ کی قبر شریف آسمان کی چھت کے نیچے کردی جائے اور مسقف نہ رکھا جائے۔ پس ہر بزرگ کی قبر جنکے یہاں عام طور پر لوگ استفاضہ کے لئے جاتے ہوں اگر اُن کی آسائش و آرام کے لئے مسقف کردی جائے یا گمبد بنا دیا جائے یا پختہ چبوترہ یا قبر اوپر سے پختہ کردیا جائے جس سے زیادہ زمانہ تک محفوظ رہ سکے اور جانے والوں کو آرام ملے تو کوئی مضائقہ نہیں یہ بدعت نہیں کیونکہ بدعت اس شئے کو کہتے ہیں جو دین سے نہیں مگر اُسے دین سمجھا جاتا ہے۔ انھیں گنبدوں اور پختہ قبروں کو دین کی بات اگر سمجھ لیا جائے تو یہی بدعت ہو جائے گی۔ عرسوں میں لوگوں کا جمع ہونا عیسائی اور یہودیوں کی عید کیطرح نہیں کیونکہ وہاں ذکر تسبیح تہلیل اور تلاوت قرآن شریف وغیرہ بھی ضرور ہوتا ہے۔ جاہل اور ناسمجھ اگر بعض ناشائستہ افعال کرتے ہیں تو اس سے حلقۂ ذکر میں کوئی خرابی نہیں آجاتی اور اسکا منع کرنا گویا بہترین افعال سے منع کرنا ہے

جو حرام ہے اور ناشائستہ افعال کی روک ٹوک ہر مسلم پر فرض ہو گی۔

اگر کوئی شخص اتباع رسول میں بالکل سادگی اختیار کرتا ہے اور کوئی بات ایسی نہیں کرنا چاہتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تھا یا عرسوں کے عام مجامع اُسے پسند نہیں آتے یا قبر میں بھی وہی سادگی اور خامی رکھنا چاہتا ہے جو قرون اولی کا طرۂ امتیاز تھا تو وہ بہت اچھا ہے کرے اور ضرور کرے مگر اُسکے یہ معنی نہیں کہ اور مسلمان جو کچھ اُسکے خلاف کر رہے ہیں اور اُسکی شرعی توجیہیں ہو سکتی ہیں وہ چھوڑ کر اُن تمام باتوں کا دشمن ہو جائے جو اُسکے مرتکب ہوں انھیں بدعتی دوسرے الفاظ میں گمراہ ناری اور در صورت اصرار کافر مستحق خلود نار اور اُنکی بیویوں کو حرام لڑکے سب حرامی۔ اُسکے جان و مال مباح سمجھنا سخت جہالت اور بیہودگی ہے اللہ محفوظ رکھے اور نیک توفیق عطا فرمائے۔

یہ صورت نما مولوی جاہل یہ نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی کوشش کرنا اس سے زیادہ فرض ہے کہ ان کو معمولی باتوں کے ارتکاب کیوجہ سے زبردستی بدعتی و مشرک سمجھا جائے اور وہ اپنے اعمال پر اصرار کریں تو طرفین سے جنگ و جدل گری کی جائے سمجھدار اور تعلیم یافتہ کا فرض ہے کہ کبھی کسی چیز مٹانے کی کوشش نہ کرے جس میں جواز کا پہلو ہو اور اُس سے لوگوں کی دلشکنی ہوتی ہو کیونکہ یہ بہت بری چیز ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ جہاں انسانی فہم و سمجھ کا تعلق ہو وہاں اختلاف نہ ہو۔ ہو گا اور ضرور ہو گا۔ ایسی جگہ فرض انسانی ہے کہ آدمی دوسرے کو معذور سمجھے اور امت میں تفرقہ کا باعث نہ بنے۔ نجدیوں کی جہالت پر افسوس آتا ہے کہ وہ ایسی ذراسی بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہدام قبب کی کوئی قطعی نص اُن کے پاس ہے جس سے دنیا کے تمام مسلمان جاہل ہیں افسوس صد افسوس۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لایا کرتے تھے اور تمام اہل بقیع کے لیے دعا فرماتے تھے بلکہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ

اس کا آپ کو حکم دیا تھا۔ امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کو آپ کا رب حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع جائیں اور اُنکے لئے استغفار کریں اور آپ نے اُم قیس بنت محصن کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ کیا تمہیں یہ مقبرہ نظر آتا ہے انھوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ضرور نظر آتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہاں سے ستر ہزار (کثرت سے) آدمی اُٹھائے جائیں گے اُن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہونگے اور بلا حساب جنت میں داخل ہونگے۔

عام طور پر اہل مدینہ جمعرات کو بقیع کی زیارت کے لیے جایا کرتے ہیں مگر حاجیوں کو چاہیئے کہ وہ روزانہ وہاں حاضری دیا کریں اور جب داخل ہوں تو کہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ یہ دعا وہاں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ جمعہ کی صبح خصوصیت سے وہاں تشریف لے جاتے تھے زیارت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرنا چاہیئے اس کے بعد تمام مشاہیر صحابہ واہل بیت وازواج مطہرات وغیرہ کے مزارات پر جانا چاہیئے۔ اور موقع ملے تو مسجد فاطمہ بنت الاحزان کی جگہ جاکر نماز پڑھے اور خصوصیت سے فاتحہ پڑھے بعض روایتوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ یہاں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا مزار مقدس ہے۔

جنت البقیع کے باہر مزارات

مدینہ طیبہ طاہرہ میں بقیع سے خارج جو مزارات ہیں اُن میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں آپ کا مزار داخل مدینہ میں ہے۔ اور شیخ علی عریضی رضی اللہ عنہ کا مزار شرقی مدینہ میں ایک گھنٹہ کی مسافت پر ہے۔ اور دیار عشرہ میں سیدنا ملکہ بنت حضرت سید احمد

...ثانی کا مزار ہے سلطان محمود خاں نے اُن کی عمارت بنوائی تھی ۔ اور باب شامی سے باہر سید زکی الدین اور سید ابو شجاع کے مزارات ہیں ۔ یہ فقہاء شافعیہ میں سے ہیں نور الدین شہید اصفہانی کا مزار شرقی جانب مسجد کے ہے ۔

جنگِ اُحد

احد ایک پہاڑ کا نام ہے اس پہاڑ کے قریب مسلمانوں کا دوسرا غزوہ ہوا تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر صحابہ کو حضور کی نافرمانی کی سزا دی تھی ۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے تھے ۔ مختصر حال یہاں کا اور اس جنگ کا بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ ناظرین بصیرت کے ساتھ احد اور اُسکے قرب وجوار کی زیارت سے مشرف ہوں ۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ شریف تشریف لائے تب پہلی لڑائی جو کفار مکہ نے مقام بدر پر لڑی اُسکا نام غزوہ بدر ہے بدر میں مسلمانوں کو بہت بڑی فتح نصیب ہوئی اور مکہ والوں کو اس سے اتنی بڑی ذلت نصیب ہوئی کہ وہ لوگوں کے سامنے سر نہیں اُٹھا سکتے تھے ان کے بڑے بڑے مغرور سردار ایسے لوگوں کے ہاتھوں اس بُری طرح مارے گئے کہ جنکے ہاتھوں قتل ہونے کو اُن کا غرور اجازت نہیں دیتا تھا اس کا اثر تمام قریش پر تھا اُن سب کا سردار ابو سفیان بن حرب کو اس وجہ سے بنایا گیا تھا کہ تمام سردار بدر میں مارے جا چکے تھے انھوں نے تین ہزار کی جمعیت فراہم کی جسمیں قریش اور اُن کے دوسرے دوست قبائل کے لوگ تھے ۔ اور عورتوں کو ساتھ لیا تاکہ وہ بھاگنے والوں کو بزدلی سے روکیں اور لڑنے والوں کی ہمت بڑھائیں زخمیوں کی مرہم پٹی کریں ۔ یہ سامان کر کے ابو سفیان مدینہ روانہ ہوا اور جبل اُحد پہونچکر مقام عینین پر جو اسی کے مقابل پہاڑ ہے ۔ ڈیرہ ڈال دیا ۔ یہ ہجرت کے تیسرے سال کے

شوال کا واقعہ ہے۔
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے مشورہ کیا کہ ان لوگوں سے نکلکر مقابلہ کرنا چاہیے یا مدینہ میں مقیم ہو کر؟ بعض لوگوں کی رائے تھی کہ مدینہ سے نکلنا مناسب نہیں قلعہ بند ہو کر سب کو رہنا چاہیے جو لوگ مدینہ دشمنوں میں سے آئیں انپر عورتیں کوٹھوں سے ڈھیلے ماریں اور مرد باہر سے مقابلہ کریں۔ اس رائے کا عبداللہ بن اُبی منافق مؤید تھا۔ مگر بڑے بڑے صحابہ نے اُسے پسند نہ کیا انمیں خصوصیت سے وہ لوگ شریک رہے جو بدر میں شرکت نہ کر سکتے تھے۔ اس رائے کے طے ہونے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف لے گئے اور زرہ اور لڑائی کے کپڑوں سے آراستہ ہو کر باہر تشریف لائے اور ایک ہزار اصحاب کے ساتھ اُحد روانہ ہو گئے۔ مدینہ طیبہ طاہرہ میں جو لوگ مقیم تھے اُن کی امامت کے لئے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا کو مدینہ میں چھوڑا تاکہ جو لوگ وہاں ہیں ان کی امامت کریں جمعہ کے دن لشکر کے ساتھ آپ روانہ ہوئے مقام شوط پر پہنچے تو عبداللہ بن ابی منافق ایک تہائی لشکر کو لے کر آپ سے علیحدہ ہو گیا اور کہنے لگا تم لوگ ہماری رائے مانتے نہیں دوسری باتیں سنتے اور ملتے ہو۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام صحابی اُسے سمجھاتے اور لوٹ آنے کے لیے بہت کچھ آمادہ کرتے رہے اور کہتے رہے کہ لوٹ آؤ خدا کے لئے لڑو اور دشمنوں کو دفع کرو اس نے جواب دیا کہ اگر ہم جانتے کہ تم لوگ لڑو گے تو واپس نہ آتے انھوں نے اُسے بُرا کہا اور لوٹ آئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے انصار نے دریافت فرمایا کہ یہود ہمارے حلیف ہیں اگر ارشاد ہو تو اُن سے مدد لیں آپ نے انکار فرمایا اور روانہ ہو گئے کچھ دور چلکر مقام شعب میں اتر پڑے اور اُحد پہاڑ پشت پر تھا۔ لوگوں کو قتال سے اسوقت تک ممانعت فرما دی تھی جبتک حکم نہ دیا جائے۔ شنبہ کے صبح سب لوگ لڑائی کے لئے تیار ہو گئے سات سو آدمی تھے ان میں سے پچاس سوار تھے

مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کے لئے کھودا ہوا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
دیکھا تو جلدی سے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور طلحہ ابن عبید اللہ نے گود میں لے لیا۔
آپ کے سامنے حضرت مصعب بن عمیر شہید ہوئے ان کا علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے خود کے جو حلقے چہرہ
مبارک میں گھس گئے تھے اُسے حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے دانت سے
جو نکالا تو دو دانت ٹوٹ گئے خون کسی طرح بند نہ ہوتا تھا حضرت مالک بن
سنان حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد ماجد اُسے چوس رہے تھے
آپ مشرکین کے سامنے تھے وہ آپ کو دیکھ رہے تھے دس مسلمان آپ کے
بچانے کے لئے آئے مگر سب شہید ہوئے اخیر میں حضرت طلحہ نے لوگوں کو دفع
کرنا شروع کیا اور حضرت ابو دجانہ نے اپنی پشت مبارک کو آپ پر حائل کر دی
تیروں نے چھلنی کر دیا انھوں نے حرکت بھی نہ کی۔ اسی حالت میں ایک آواز
شیطان نے دی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اُسے بہت سے مسلمانوں نے
بھی سنا اکثر اُن میں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ انس بن النضر کچھ مسلمانوں کے
پاس سے گذرے وہ ہاتھوں کو روکے ہوئے تھے انھوں نے اُن سے کہا کہ کیا
انتظار کرتے ہو انھوں نے جواب دیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے
پھر کہا کہ تم زندہ رہ کے کیا کرو گے اٹھو لڑو اور مر جاؤ وہ لوگوں پر ٹوٹ پڑے
سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی اُن سے کہا کہ مجھے اُحد کے کنارے سے جنت کی
خوشبو آرہی ہے۔ اسکے بعد لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے زخموں کا
شمار جو کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ستر زخم ہیں۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف زخمی ہوئے
بیس زخم جسم پر آئے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جب مسلمانوں کی طرف
متوجہ ہوئے تو سب سے پہلے کعب بن مالک نے خود کے نیچے سے آپکو پہچانا
اور بلند آواز سے چیخے کہ مسلمانو! بشارت ہو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ خاموش رہیں تھوڑی دیر کے بعد سب کو اطلاع ہو گئی

کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فلاں مقام پر قیام فرما ہیں جیسے جیسے اطلاع ہوتی گئی تھی لوگ آپ سے ملتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ سب آکے آپ کے گرد پہاڑ کے قریب شب میں جمع ہو گئے۔

ابی ابن کعب مکہ کا ایک شخص آپ کا سخت دشمن تھا۔ ایک گھوڑا پالا تھا جس کا عود نام رکھ چھوڑا تھا۔ اُسے چارہ دیتے وقت کہا کرتا تھا کہ میں اس پر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شہید کروں گا۔

آپ نے دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھا ہوا آپ پر آرہا ہے جب آپ کے قریب آیا تب حارث بن حمہ سے نیزہ لیکے اپنے نشانہ کے لیے اسکی کھانٹی کے نیچے والے گڈھی (ترقوۃ) میں اس طرح مارا کہ وہ اندر پیوست ہو گیا اور اُسنے یقین کر لیا کہ میں اسی میں مروں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ لوٹتے وقت مقام سرف میں وہ مر گیا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ پہاڑ کی ایک چٹان پر چڑھ جائیں مگر کمزوری کی وجہ سے آپ چڑھ نہ سکے حضرت طلحہ بیٹھ گئے اُن پر سے آپ اوپر چڑھے نماز کا وقت آچکا تھا لوگوں کے ساتھ بیٹھکر آپ نے نماز پڑھی اس دن آپ انصار کے جھنڈے کے نیچے تھے۔

مسلمانوں نے مشرکوں کے جھنڈے بردار کو قتل کر دیا تھا اس لیے علقمہ حارثیہ کی بیٹی عمرہ اُسے لیے ہوئی تھی اسی کے نیچے تمام مشرکین جمع تھے۔

جب لڑائی ختم ہو گئی تو اس پہاڑی کے پاس جس پر مسلمان جمع تھے ابوسفیان آیا اور دریافت کیا کہ کیا تم میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ کیا تم میں ابو قحافہ (ابوبکر صدیق رض) ہیں کیا تم میں عمر بن الخطاب ہیں کسی نے جواب نہیں دیا اس پر آپ نے ساتھیوں سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں نے انھیں ختم کر دیا۔ یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خاموش نہ رہا گیا۔ آپ نے فرمایا او خدا کے دشمن جنکا ابھی تو نے ذکر کیا ہے وہ سب زندہ ہیں اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے وہ نفین باقی رکھا ہے جو تکلیفوں میں مبتلا کرے گا۔ ان تینوں کو اس لیے دریافت کیا تھا کہ وہ سمجھتا تھا

کہ اسلام انھیں تینوں کی وجہ سے قائم ہے۔ پھر ابوسفیان نے کہا کہ آج کا دن بدلہ بدر کا دن برابر ہوگئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں کیونکہ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول آگ میں آج کا دن ہمارے بلا وامتحان کا تھا اُسکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ جل شانہ مسلمانوں اور منافقین کو جانچا اور منافقین کو ہم پر ظاہر کردیا اب ہم سب نہایت آسانی سے انھیں جن کی زبان پر تو اسلام ہے مگر دل میں کفر ہے بہت آسانی سے پہچان سکتے ہیں جنپر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا اُسے شہادت سے مشرف فرمایا۔

مدینہ شریف سے احد تک

مدینہ شریف سے شمال کی طرف اُحد ہے جو صاحب جائیں گے انھیں آبادی سے باہر کچھ دور ٹھیک راستہ ملیگا داہنی سبت وغیرہ کچھ نہ ہوگا اُسکے بعد ٹیلا اور پتھر بلا راستہ ملیگا داہنے بائیں باغات چشمے کنویں۔ کھیتوں کے سینچنے کے لیے رہٹ بھی کئی بہت سے اُن میں سے بیکار رہوں گے ہوا نے ریتہ ڈالکر بعض بعض کو الگ کردیا ہوگا بائیں طرف قبہ العتیق ہے یہ وہ مقام ہے جہاں ایک صحابہ نے گھوڑ دوڑ کی حد مقرر فرمائی تھی اور بائیں جانب دو قبوں کی ایک مسجد ہے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس جگہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے احد کی لڑائی کے لیے جسم مبارک پر زرہ زیب تن فرمائی تھی مگر یہ متفقہ نہیں جیسا کہ اوپر گذرا کہ آپ نے اپنی زرہ گھر میں پہنی تھی۔ اور دوسری مرتبہ جبل احد کے نیچے شعب میں لڑائی کے دن پہنی تھی راستہ میں ایک اور مسجد ہے جسکی نسبت مشہور ہے کہ اُحد سے واپسی میں آپ نے اس میں استراحت فرمائی تھی۔ اسی مسجد کے ایک گوشہ میں ایک جگہ ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں پشت مبارک سے تکیہ لگایا تھا۔

اسی راستہ پر جبل سلع ہے جسپر پتھر میں کھدا ہوا ہے اصلی واصبح عمر وابوبکر

یشکوان الی اللہ من کل مایکرہ (یعنے صبح اور شام کے عمر و ابوبکر اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتے تھے ہر اُس چیز کا جسے بُرا سمجھتے تھے) اسی طرح پہاڑ میں یہ الفاظ بھی کھدے ہوئے ہیں " یقبل اللہ عمر اللہ یعامل عمر بالمغفرۃ یعنے قبول کرے اللہ عمر کو اللہ تعالیٰ عمر کے ساتھ مغفرت کا معاملہ کرے ماہرین آثار قدیمہ نے اس عبارت کی بابت فیصلہ کیا ہے کہ یہ پہلی صدی کی تحریر خط کوفی میں ہے۔ اور جاتے وقت جبل سلع بائیں ہاتھ کی طرف پڑتا ہے اور یہاں سے ذرا داہنی طرف مڑ کر راستہ احد ہے جانے والے کے پیچھے یہ چھوٹ جائے گا اور احد بالکل نظروں کے سامنے ہوگا۔

مسجد سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ

یہ مسجد بہت مضبوط بنی ہوئی ہے اور ہر قسم کے زیب و زینت سے خالی ہے اسکے نیچے پانی جمع ہے دو دروازہ ہیں اندر جانے کے لیے لگے ہوئے ہیں۔ یہ پانی ایک نہر کے ذریعہ سے جو مدینہ شریف سے چار گھنٹہ کی راہ ہے آتا ہے اسے سلطان عبدالحمید خان کے حاجب نے بنوایا تھا اس مسجد سے جو مزار حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ تک نہایت عمدگی کے ساتھ عمارت بنی تھی اسپر پردہ پڑا رہتا تھا۔ یہ پردہ مصر سے غلاف کعبہ کے ساتھ آتا تھا۔ اب یہاں کچھ نہیں تنہا میدان ہیں صرف ایک قبر بلا گنبد و عمارت ہے جسپر ایک نجدی سپاہی کھڑا رہتا ہے جو زائرین کو نہ وہاں بیٹھنے دیتا ہے اور نہ کوئی اور بات نجدی عقیدے کے خلاف کرنے دیتا ہے اسی قبر کے قریب ایک چھوٹے سے احاطہ میں گنج شہیداں ہے۔ اسی کے متصل وہ مقام ہے جہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے یہاں بھی ایک نہایت عمدہ عمارت بنی ہوئی تھی جسے نجدیوں نے منہدم کر دیا۔ اب جس جگہ مزار مقدس ہے وہاں تقریباً تیس سال کے بعد جبکہ پانی کی طغیانی میں نعش مبارک کھل گئی تھی نقل کر کے دفنا

کی گئی تھی ۔
کتب سیر میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جبل رماۃ میں جسکا دوسرا نام
جبل علیین ہے شہید ہوئے تھے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا
کہ وہاں سے اٹھا کے ربوہ میں دفن کریں پھر تین سو سال کے بعد اس جگہ
دفن کئے گئے جہاں اب مزار مقدس ہے ۔
گنج شہیداں احد کے قریب نہر ہے اسکا نام عین الثنایا ہے چند سیڑھیوں سے
اتر کر پانی ملتا ہے جو نہایت شیریں ہے اُسکے قریب قبہ الثنایا تھا یہ وہ جگہ
ہے جہاں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا تھا مگر
علمی طریقہ پر اسکی کوئی شہادت نہیں صرف مدینہ والوں کی شہرت کی بنا پر
قبہ بنا دیا گیا تھا ۔ اسی طرح ایک چھوٹی سی مسجد بھی اُس جگہ بنی ہوئی ہے جہاں
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اسکی بھی معتبر سند نہیں اسکے قریب
ایک کھاری پانی کا کنواں ہے ۔ اس سے کچھ دور جبل اُحد ہے اسکے سامنے
جبل عینین ہے درمیان میں وادی ہے اور بالکل پہاڑ سے متصل ایک مسجد
بنی ہوئی ہے جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ یہاں ایک آیت قرآنی نازل ہوئی
تھی مگر صاحب وفاء الوفا نے اسکی تردید کی ہے اس وقت تمام قبے منہدم ہیں اور
مکانات بوسیدہ اور پانی کے نل اور دیگر آبادی و ضروریات کے سامان کے
برائے نام آثار باقی ہیں ۔ یہاں ماہ رجب میں تمام مدینہ والے آکے دس پندرہ
دن قیام کرتے تھے اور محفل میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے تھے اس لیے مکانات و
دیگر سامان ضرورۃً کر لیے گئے تھے جب سے نجدی حکومت کا قبضہ ہوا تب سے یہ
سب باتیں جاتی رہیں رفتہ رفتہ جو آبادی تھی وہ بھی مٹ گئی ۔ اب ہو کا عالم ہے

مساجد مدینہ

مسجد قبا ۔ آیہ کریمہ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ

تقوم فیہ (جس مسجد کی تعمیر تقویٰ پر پہلے دن سے ہوئی ہے وہ اس کی زیادہ
مستحق ہے کہ اس میں قیام کرو) اس آیت کریمہ کے مصداق کی بابت علماء
کا اختلاف ہے۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ وہ مسجد قبا ہے ظاہر بھی آیت بھی اس کو
چاہتی ہے مگر مسجد نبوی شریف کی فضیلت میں امام مسلم نے حضرت ابوسعید
خدری سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے
دریافت کیا گیا کہ اسس علی التقویٰ سے کون سی مسجد مراد ہے حضور نے ارشاد
فرمایا کہ یہی تمہاری مسجد ہے امام احمد اور امام ترمذی نے ایک روایت نقل کی ہے
کہ دو آدمیوں نے المسجد اسس علی التقویٰ کے بارے میں اختلاف کیا ایک کہتا تھا
کہ وہ مسجد مدینہ ہے ان دونوں نے آپ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ وہ یہی
ہے اور دوسری روایت میں مسجد قبا بھی، دونوں روایتوں کا مطلب ایک ہی ہے یعنی ہر ایک مسجد
کی تعمیر تقویٰ پر اول سے ہوئی ہے اور دونوں آیت سے مراد ہیں حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مدینہ کو خاص طور پر اس لیے ذکر فرمایا کہ لوگ مسجد قبا
ہی نہ سمجھیں۔

امام بغوی نے ذکر کیا ہے کہ چند انصاریوں نے مسجد تعمیر کرائیں۔ ان سے ابو عامر
نے کہا کہ تم لوگ بھی ایک مسجد بناؤ اور جہاں تک ہو سکے خوب اچھی طرح تیاری
کر کے قوت حاصل کرو میں قیصر روم کے پاس جا رہا ہوں وہاں سے رومی لشکر
اپنے ساتھ لاؤں گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ سے
نکال دوں گا۔ جب مسجد تیار ہو گئی تو وہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم نے مسجد بنائی ہے چاہتے ہیں کہ
اس میں چلکر نماز پڑھیں اور برکت کے لیے دعا کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے
آیت نازل فرمائی کہ یہ مسجد ضرار ہے اس میں آپ ہرگز نماز نہ پڑھئے عرصہ ہوا کہ اس
مسجد کا نام و نشان مٹ گیا مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک آبادی تھی
جسے عالیہ اور قبہ کہتے تھے اب پرانے مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں انصار

کے چند خاندان آباد تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے
جب یہاں تشریف لائے تو تمام خاندان انصار جوش عقیدت میں اپنی اپنی آنکھیں
فرش راہ کرنے پر تیار ہو گئے لوگ جوق جوق آکر انوار رسالت سے فیضیاب ہوتے تھے
ان کی خاطر سے آپ نے چودہ دن یہاں قیام فرمایا۔ کلثوم بن الہدم انصاری کی
ایک زمین افتادہ پڑی تھی وہاں ان کی کھجور خشک ہوا کرتی تھیں اسی پر آپ نے
دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی اور مسجد کی تعمیر کے لیے بھاری بھاری پتھر
کو دوش مبارک پر اٹھا کر رکھا عقیدت مند حضرات منع کرتے تھے اور آپ ان کی
خاطر سے باز آجاتے تھے مگر پھر اٹھاتے تھے پتھر کے اٹھانے میں بعض مرتبہ آپ کی
کمر مبارک خم ہو جاتی تھی عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شاعر بھی آپ کے ساتھ
شریک تعمیر تھے کام کرنے والوں کی تھکن مٹانے کے لیے اشعار پڑھتے تھے جن کے
چند مصرعے یہ ہیں أَفْلَحَ مَنْ يُعَالِجُ الْمَسَاجِدَا وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَائِمًا وَقَاعِدًا
وہ کامیاب ہے جو مسجد بناتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے قرآن شریف پڑھتا ہے
وَلَا يَبِيتُ اللَّيْلَ عَنْهُ رَاقِدًا ۔ آپ بھی ان کے ساتھ آواز ملاتے جاتے
اور رات کو اس سے الگ ہو کر سوتا نہیں رہتا
تھے۔ قبا میں آپ کا چودہ دن کا قیام رہا یہ اسلام کی ترقی کی خاص ابتدا ہے۔ مسجد
کی تیاری کے بعد ہمیشہ آپ کا معمول رہا کہ آپ قبا میں تشریف لیجایا کرتے
تھے تمام اہل قبا اسمیں نماز ادا کرتے تھے ان کی امام حضرت معاذ بن جبل انصاری
رضی اللہ عنہ ہوا کرتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد صحابہ اس مسجد کی زیارت
کے لیے تشریف لیجایا کرتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے حضرت سالم ابو حذیفہ
رضی اللہ عنہ کے غلام مہاجرین اولین کی یہاں امامت کرتے تھے ان میں حضرت
ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہوا کرتے تھے۔ آپ کی تعمیر کے بعد عبد الملک ابن
مروان نے اسمیں زیادتی کی اس کے بعد عمر بن عبد العزیز نے اس کے بعد جن جن لوگوں نے
تعمیر میں حصہ لیا ان کا ذکر تاریخی حالات میں مفصل آئیگا۔

اس مسجد میں محراب منبر رخامی ماذنہ اور کنواں خاص چیزیں ہیں کنواں حضرت ابو ایوب

انصاری کی طرف منسوب ہے اور اُس کے قریب کچھ درخت ہیں اور یہیں حضور
اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ یہاں ایک جگہ بنی ہوئی ہے
جسکے متعلق مشہور ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ناقہ مبارک یہاں بیٹھا
تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں آیہ کریمہ لمسجد اُسس علی التقویٰ نازل ہوئی
تھی مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ امام طبری نے زہری سے روایت کی ہے کہ حضور
اقدس صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے جب
ذی اوان پہونچے جو ایک دن کے فاصلہ پر مدینہ شریف سے ہے تب آیہ کریمہ
مذکور نازل ہوئی۔ یہیں مسجد ضرار کے لوگ آپ کی خدمت میں آئے تھے اب
تبوک جا رہے تھے اُن سے فرمایا کہ میں سفر پر جا رہا ہوں وہاں سے واپس ہوکر
انشاء اللہ اس میں نماز پڑھوں گا جب واپس تشریف لائے اور ذی اوان
پہونچے تب مسجد ضرار میں نہ جانے کا حکم وارد ہوا آپ نے دو صحابیوں کو بلایا
اور حکم دیا کہ جاکے مسجد ضرار منہدم کرا کے جلا دیں۔ کہاں ذی اوان اور کہاں مسجد
قبا جس میں نزول آیت بتایا جاتا ہے۔ اس مسجد میں ایک محراب ہے جسکی نسبت
کہا جاتا ہے کہ طاق کشف ہے یہاں قبلہ آپ کے سامنے ظاہر ہوا تھا مگر کوئی معتبر
روایت اس بارے میں منقول نہیں ہے۔ اس مسجد کے غربی جانب حضرت فاطمہ
زہرا رضی اللہ عنہا کی مسجد تھی اُسکے پیچھے ایک جگہ تھی جسکی نسبت کہا جاتا تھا کہ یہاں
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آٹا گوندھا کرتی تھیں۔ یہ جگہ و مسجد نجدیوں نے بالکل منہدم
کر دی ہے اب یہاں کوئی جانے نہیں پاتا مسجد کو دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اُس کے اندر
ہمارے لکھنؤ و کانپور کے افیونیوں کی دکان کی ایسی میلی چیزیں رکھی ہوئی ہیں
اور معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی نماز نہیں پڑھتا مسجد کو اس طرح غیر آباد اور
خراب کر دینا اور اسمیں نماز نہ ہونا حسب آیہ قرآنی سب سے بڑا ظلم ہے۔
مسجد سے شمالی و غربی جانب بیر اریس ہے اُسے بیر الخاتم و بیر التفلہ بھی کہتے ہیں
یہ کنواں باغ کے ایک حصہ میں ہے اسکے نیچے دو نہریں ہیں جنسے کنویں میں پانی جاتا ہے

اور ایک تیسری نہر ہے جس میں یہاں سے پانی جاتا ہے یہ نہر عین ازرق سے
ملی ہے تمام اہل مدینہ اسی سے پانی پیتے ہیں اس کا مفصل تذکرہ حصہ تاریخی میں کیا
جائے گا انشاء اللہ اس کنویں کو اریس اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اس کے مالک
یہودی کا نام اسکے معنی فلاح کے ہیں اور بئر خاتم اسلیے کہا جاتا ہے کہ اسمیں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی گر گئی تھی جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں
روایت کی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک مہر رہتی تھی آپ کے بعد وہ حضرت ابو بکر
اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں رہنے لگی جب حضرت عثمان رضی
اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو وہ انکے ہاتھ میں تھی ایک دن بئر اریس پر بیٹھے ہوئے
انگوٹھی ہاتھ سے نکالی اور کھیلنے لگے وہ کنویں میں گر گئی۔ تین دن تک آپ نے
پانی نکلوایا اور تلاش کیا مگر نہیں ملی۔ یہ واقعہ آپ کی خلافت کے سنہ ۶ھ
میں پیش آیا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے یہ آیا ہے حضرت معیقیب صحابی نے جو اصحاب مہاجرین سے ہیں آپ کے ہاتھ سے لیا
گرا دیا۔

صحیح بخاری میں طویل حدیث کے ضمن میں یہ وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اس کنویں پر تشریف لائے اور اس سے وضو فرمایا اور اسکی اوپر کی جگہ بیٹھ
گئے پائے مبارک پنڈلیوں تک کھولے اور کنویں کے اندر لٹکائے حضرت ابو ہریرہ
ساتھ تھے اسکے بعد حضرت ابو بکر صدیق اسکے بعد حضرت عمر اسکے بعد حضرت عثمان
رضی اللہ عنہم آئے سب نے وضو کیا اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح
بیٹھ گئے۔ اور بئر تفلہ اسے اسلیے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا
لعاب دہن مبارک اسمیں ڈالا تھا اس سے اسکا پانی بجائے کھاری کے میٹھا ہو گیا تھا۔
امام غزالی نے اسے احیاء میں ذکر کیا ہے سنہ ۱۳[illegible]ھ احمد سلامی نے اسکے اطراف سیڑھیاں
بنوا دیا تھا کہ لوگ اسمیں اتر کر جا کے وضو کر سکیں۔ اب یہاں باغ سینچنے کے لئے

پانی رہٹ سے جسے اونٹ کھینچتے ہیں نکالا جاتا ہے۔ اور کئی باغ اس سے سیراب ہوتے ہیں پہلے مدینہ شریف سے قبا جانیکا راستہ مخدوش تھا مگر اب کچھ خدشہ نہیں بالکل محفوظ ہے ہر قسم کی سواریاں ملجاتی ہیں۔ اور پیدل بھی جایا جاسکتا ہے۔

مسجد نبوی شریف

قبہ شریف میں چودہ دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔ جمعہ کے دن صبح شہر مدینہ تشریف لانے کے لئے نکلے راستہ میں بنی سالم کے محلہ میں نماز جمعہ ادا کی نماز سے پہلے خطبہ دیا یہ اسلام کا پہلا جمعہ ہے۔

مدینہ والوں کو جب تشریف آوری کی خبر ہوئی تو ہر طرف سے لوگ جوق جوق جوش مسرت میں دوڑے کچھ لوگ قبہ ہی سے ساتھ تھے جب مدینہ والے آپسے مل گئے تو دو رویہ آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے انہیں کے جھرمٹ میں آپ مدینہ تشریف لائے راہ میں انصار اور آپ کے ننہالی حضرات بنونجار وغیرہ آکر عرض کرتے تھے۔ کہ حضور یہ گھر حاضر ہے یہ مال ہے یہ جان ہے آپ ممنون ہوتے اور دعاء خیر فرماتے۔ مدینہ میں پہونچے تو عورتیں بچیاں جوش مسرت میں کوٹھوں پر آپ کے دیدار پرانوار کے اشتیاق میں چڑھی ہوئی نظر آتی تھیں۔ بعض ان میں سے یہ گاتی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا — مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
چودھویں رات کا چاند نکل آیا ہم پر — مسافروں کے رخصت والی گھاٹیوں سے

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا — مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ
ہم پر شکر واجب ہے — جبتک کوئی دعا کرنیوالا دعا کرے

اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا — جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ
اے وہ جو ہم میں بھیجے گئے — ہم انکی اطاعت کے لئے حاضر ہیں

قبیلہ بنی نجار کی لڑکیاں یہ گاتی تھیں

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِی النَّجَّارِ — یَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِّنْ جَارِ
ہم خاندان بنی نجار کی لڑکیاں ہیں — محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے کیسے اچھے ہمسایہ ہیں

شہر مدینہ میں آپ داخل ہو کر اس جگہ تشریف لائے جہاں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر تھا اور انھیں کے مہمان ہو کر مدینہ شریف میں مقیم ہوئے۔ مدینہ میں سب سے پہلے تعمیر مسجد کی طرف توجہ فرمائی جب تک مسجد تیار نہ ہوئی آپ نے مویشی خانہ میں نماز ادا فرمائی۔ دولت خانہ کے قریب دو یتیم بچوں کی زمین تھی اُسے آپ نے مسجد کی تعمیر کے لیے بقیمت خرید فرمایا حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے قیمت ادا فرمائی زمین ہموار کی گئی اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم خود معہ صحابہ کے تعمیر میں مشغول ہوئے سب لوگ پتھر اُٹھا کے لاتے تھے۔ پتھر اٹھاتے وقت یہ شعر اکثر صحابہ پڑھتے تھے آپ بھی اُن کی آواز پر آواز بلند کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

اے اللہ کوئی چیز آخرت کی ایسی بھلائی کی نہیں مہاجرین و انصار کی مغفرت فرمایا۔

یہ مسجد ہر قسم کے تکلفات سے بری تھی۔ کچی اینٹوں کی دیواریں برگ کھجور کا چھپر تنے کے کھمبے چند دنوں بیت المقدس کی طرف قبلہ رہا اُسکے بعد بدل کر مکہ شریف کی طرف کر دیا گیا۔ اور شمالی جانب ایک نیا دروازہ قائم ہوا۔ فرش بالکل خام تھا بارش میں کیچڑ ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ بارش میں صحابہ کنکریاں اپنے ساتھ لائے اور اپنی اپنی جگہ بچھائیں آپ نے اُسے پسند فرمایا اور تمام صحن و اندرون مسجد سنگریزہ ہی سنگریزہ بچھوا دئے۔ اب آجکل شاہی عمارات اور بہترین فرش فروش کے سامنے آپکے سامنے اور آپ کے زمانہ کی اگر کوئی سادگی نظر آتی ہے تو وہ یہی سنگریزے اسکی یادگار ہیں۔ مسجد نبوی جب تعمیر ہو چکی تو اُسی کے متصل ازواج مطہرات کے مکانات آپ نے بنوا دئے۔ اسمیں جس قسم کے اور جو تغیرات ابتک تازہ صورتوں میں ہو چکے ہیں اسکی تاریخ مرآۃ الحرمین کے تاریخی حصہ میں ملاحظہ فرمائیے گا یہاں ہم صرف موجودہ حالت بیان کیے دیتے ہیں۔

مسجد نبوی شریف کی موجودہ کیفیت

مسجد نبوی شریف کے دو حصے ہیں ایک مسجد دوسرا صحن اول حصہ جنوبی دیوار سے
شروع ہوتا ہے صحن کے ایک رخ بجانب شمال اور طول میں باب النساء و باب
الرحمۃ کے ایک رخ تک ختم ہو جاتا ہے - یہ تمام حصہ نہایت خوبصورت نقش و نگار
اور رنگا رنگ سے نہایت خوشخط تحریروں سے آراستہ اور قبوں سے چھپا ہوا ہے - اور
نہایت خوبصورت قرینہ کے ساتھ ایسے روشن دان بنے ہوئے ہیں جن سے تمام
مسجد میں روشنی پہونچتی رہتی ہے - یہ قبے ۱۶۴ بلند اور مطلا و منقش ستونوں پر قائم ہیں
ستون سنگ مرمر اور سنگ رخام کے ہیں ان پر سبز روغن چھڑا ہوا ہے - انکی تعداد
۲۳ ستون مقصورہ شریف میں ہیں مقصورہ شریف وہ حصہ ہے جہاں حضور کا روضہ
مبارک ہے - مسجد شریف عہد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مختلف زمانوں میں
بڑھتی رہی جسقدر اضافہ کیا گیا ہے وہ ستونوں کے مختلف انواع سے ممتاز کیا گیا ہے
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ستون سنگ مرمر کے ہیں اور ان پر وجہ
تسمیہ تحریر ہے - اس حصہ کے مغربی جانب روضہ اطہر اور حجرہ فاطمہ رض اسکے جنوب
میں غربی جانب محراب النبی اور محراب سلیمانی ایک خوبصورت پیتل کے جنگلے کے ساتھ
ہیں - اسکی مغربی دیوار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جھروکا اور حضرت
بلال رضی اللہ عنہ بنا ہوا ہے - اسی جگہ مدرسہ قائتبائی بھی ہے اور جنوبی دیوار کا
نشیب پر حضرات عشرہ مبشرہ کے باغات و مکانات تھے اور حضرت عثمان غنی
رض کے خاندان کے گھر بھی یہیں تھے محراب النبی اور مقصورہ کے پاس روضہ
جنت بنا ہوا ہے اسی کے پاس ستونوں کی تیسری لائن میں رواق چہارم پر
منبر بنا ہوا ہے اسکے سامنے رواق ششم پر ایک منزلہ چبوترہ بنا ہوا ہے جس پر
وہاں کے شیوخ حرم قرآن شریف لیے بیٹھے رہتے ہیں اسکے سامنے جانب شمال
رواق نہم کے درمیان ایک منزلہ چبوترہ بنا ہوا ہے جو محراب بلال کے
نام سے موسوم ہے اسکے سامنے باب جبرئیل مشرق جانب واقع ہے اور غربی
جانب باب الرحمۃ ہے یہ حصہ گیارھویں رواق پر ختم ہوا ہے یہیں مسجد نبوی

شریف کی سقف چھت بھی ختم ہو جاتی ہے گیارھویں محراب کے درمیان [illegible]
ایک آفتاب نما کلغی بنی ہوئی ہے اسکے تحت میں بیضوی دائرہ کی سبز زمین پر
طلائی حروف میں حدیث لکھی ہوئی ہے کہ میری اس مسجد میں کعبہ شریف کے علاوہ
ایک نماز کا ثواب ہزار نماز کے برابر ہے۔ اس آخری محراب سے آگے کھلا ہوا صحن ہے
اسکے شمال کی طرف تین گول گول پتھر گڑے ہوئے ہیں۔ یہ اسکو بتاتے ہیں کہ مسجد
نبوی شریف کا طول یہاں تک ہے۔ یہاں سے کھڑے ہو کر اگر دیکھا جائے تو
گیارھویں رواق کے آٹھویں ستون پر سنہری حروف میں لکھا ہوا نظر آئیگا کہ مسجد
نبوی شریف طول میں یہاں تک تھی۔ یہیں سے صحن مسجد شروع ہو جاتا ہے جو شمالی
جانب باب شامی تک مستطیل شکل میں چلا گیا ہے یہ حصہ مسجد نبوی شریف کی آخری حد
سے باہر ہے لیکن حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ میری مسجد ہے
جو کچھ اسمیں زیادتی ہوگی وہ مسجد کی زیادتی سمجھی جائیگی چاہے صنعاء تک پہونچ جائے
اس سے ثابت ہوا کہ صحن کی بھی وہی فضیلت ہے جو اصل حدود نبوی صلے اللہ
علیہ وسلم کی ہے اسکے تینوں طرف [illegible] ہیں وہ ستونوں اور رواقوں اور چھتوں
سے آراستہ ہیں صحن میں سرخ پتھر کی کنکریاں پڑی ہوئی ہیں یہاں سے قبلہ جنوبی
رخ ہے۔

رواق النساء

حرم نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کا مشرقی نصف حصہ مستورات کی نماز کے لیے مخصوص ہے
صحن کی جانب رواق کے آگے ایک جالی دار جنگلہ بنا ہوا ہے اور پردے لٹک
رہتے ہیں یہ اس حصہ کا احاطہ کیے ہوئے ہے جہاں عورتیں نماز پڑھتی ہیں۔
یہ جگہ سلطان عبدالحمید خان مرحوم کے زمانہ میں مخصوص کی گئی تھی اسکے مشرقی جانب
باب النساء ہے۔

چبوترہ اصحاب صفہ

مسجد نبوی شریف میں ایک چبوترہ بنا ہوا ہے اس پر اغوات (خدام روضہ اطہر) بیٹھے رہتے ہیں یہ چبوترہ اس چبوترہ کی یادگار ہے جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ لوگ رہتے تھے جنھوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر صرف انوار رسالت کے اقتباس کے لیے یہاں چلے آئے تھے۔ اسی کے قریب ایک اور چبوترہ و محراب ہے جسکی نسبت مشہور ہے کہ یہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے تہجد کی جگہ تھی یہاں لوگ نمازیں پڑھا کرتے تھے مگر اب حکومت نجدیہ نے یہاں نماز کی ممانعت کر دی ہے۔ کیونکہ یہاں نماز پڑھنے میں بالکل قبلہ رخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اقدس ہے اسطرح ان کے یہاں نماز جائز نہیں۔

محراب عثمانی

مسجد نبوی شریف کے جنوبی جانب قبلہ رخ اول و دوم رواق بنے ہوئے ہیں انکے مشرقی حصہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور جنوبی حصہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا اسکے قبلے میں محراب بنی ہوئی ہے اسی کا نام محراب عثمانی ہے اسکا دوسرا نام حنفی بھی ہے زیادہ ہجوم یہیں اور جمعہ میں امام یہیں کھڑا ہوتا ہے اسکے اوپر دیوار میں نہایت خوبصورت مطلا تحریریں ہیں۔ اس حصہ کے مشرقی و مغربی جانب دیواروں میں خوشنما لکڑی کی الماریاں ہیں انمیں مسجد نبوی کا کتب خانہ ہے یہاں ستونوں پر لکھا ہوا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں ازواج مطہرات کے مکانات تھے۔ رواق دوم وسوم کے درمیان بائیں جانب پیتل کا خوشنما جنگلہ طول میں لگا ہوا ہے یہ اصلی مسجد نبوی شریف کی حد ظاہر کرتا ہے۔

محراب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسی جنگلہ کے پاس محراب النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز جماعت سے پڑھایا کرتے تھے یہ

محراب سنگ مرمر کے ایک ہی ٹکڑے کی بنی ہوئی ہے اس پر عجیب غریب کام کیا ہوا ہے اور محراب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جسنے اسے بنوایا ہے اس کا نام لکھا ہوا ہے۔

یہ محراب ٹھیک اُس جگہ ہے جہاں حضور کی پیشانی مبارک رہتی تھی اب اس طرح بھی ہے کہ امام کی پیشانی وہیں رہے اس جنگلہ کے ساتھ محراب آہنی کے مغربی جانب اور ایک محراب سنگ مرمر کی ہے اُسے سلطان سلیمان خان نے ۹۰۰ھ میں مسجد قبا کے لیے تیار کرا کے بھیجی تھی مگر بعد میں یہیں نصب کر دی گئی۔

روضۂ جنت

روضہ کے معنے باغ کے ہیں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مزار اور ممبر کے بیچ کے حصہ کو مخصوص طریقہ پر فضیلت سے ممتاز فرمایا ہے اسکی نسبت وارد ہے کہ وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اسکا ذکر طریقۂ زیارت میں آچکا ہے

ستون ہائے رحمت

مسجد نبوی شریف کے خاص حصہ میں آٹھ ستون ایسے ہیں جنھیں استوانۂ رحمت کہا جاتا ہے یہ سنگ مرمر کے ہیں ان پر طلائی کام ہے ہر ایک کا مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ ستون مخلقہ۔ یہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے عین خطبہ پڑھنے کی جگہ ہے یہاں آپ کے زمانہ میں کھجور کا ستون تھا جب ممبر بنا تب اس ستون سے آواز گریہ آتی تھی اسکا ذکر صحیح احادیث میں آیا ہے۔

۲۔ ستون حرس یا ستون علی۔ یہاں صحابہ کرام حضور اقدس کی دربانی یا حفاظت کے لیے تشریف رکھتے تھے زیادہ تر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے ذمہ یہ خدمت رکھتے تھے اور آپ نماز بھی یہیں ادا کرتے تھے۔ زائرین کو بھی یہاں نماز پڑھنے کی حرص کرنا چاہیئے۔

۳۔ ستون وفود۔ یہ باہر ہے جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی قوم کے قائم مقام ہوکر آیا کرتے تھے، وہ یہیں آکر بیٹھتے تھے۔

۴۔ ستون ابی لبابہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی میں ایک صاحب ابولبابہ تھے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے تشریف لے گئے مگر یہ صحابی نہ گئے آپ کے فرمانے کے بعد ان کو سخت ندامت ہوئی اور خود کو ستون میں باندھ کر رونا شروع کیا جب حضور جہاد سے واپس تشریف لائے تو انھیں ستون سے بندھا پایا کئی دن یہ بندھے رہے بہت کچھ گریہ وزاری کے بعد جب آیہ کریمہ ان کے بارے میں نازل ہوئی تب حضور نے انھیں آزاد فرمایا اس وجہ سے اسکا نام ستون توبہ ہے یہاں حجاج کو توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔

۵۔ ستون سریر۔ اس ستون کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اعتکاف فرماتے تھے کھجور کے بوریے کا فرش ہوا کرتا تھا اس لیے اسکا نام یہ ہے۔

۶۔ ستون جبرئیل۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر وحی اسی ستون کے پاس لاتے تھے۔ اس لیے اسکا یہ نام پڑ گیا۔

۷۔ ستون عائشہ۔ جس جگہ اب مصلی نبوی ہے اس سے پہلے یہاں تھا آپ نے ایک مرتبہ صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ میری مسجد میں ایک جگہ ایسی ہے کہ اگر اسکی فضیلت لوگوں کو معلوم ہو جائے تو لوگ وہاں جگہ پانے کے لیے آپس میں قرعہ ڈالیں۔ صحابہ کو اسکی بڑی جستجو تھی آپ کے وصال کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حل فرمایا اور اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہی جگہ بتائی اس وجہ سے اسکا نام ستون عائشہ ہے۔

۸۔ ستون تہجد۔ یہ ستون مقصورہ شریف کی پشت پر پڑتا ہے اس جگہ آپ تہجد کی نماز ادا فرماتے تھے اب سعودی حکومت یہاں کسی کو نماز نہیں پڑھنے دیتی اسکا ذکر اوپر آچکا ہے۔

جن ستونوں پر نوفٹ بلندی تک طلائی کام ہے وہ حصہ حضور کے زمانہ میں مسجد میں شامل تھا جو حصہ اس کے بعد کا ہے وہ خلیفہ ولید نے اپنے زمانہ میں بڑھایا۔

منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور کے منبر کی بلندی دو ہاتھ اور عرض ایک ہاتھ تھا۔ آپ سب سے اوپر کی نشست پر کھڑے ہوتے تھے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں درمیانی زینے میں کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیچھے کے زینے پر کھڑے ہوتے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اوپر والے حصہ پر ریشمی غلاف چڑھا دیا تھا اور بالائی زینہ پر نشست رکھی تھی لوگوں نے اسکی وجہ آپ سے دریافت کی تو فرمایا کہ اب کوئی زینہ باقی نہیں رہا اگر درمیان زینہ کو لوں تو لوگ سمجھینگے کہ صدیق اکبر کی برابری کا دعوٰی ہے اگر پیچھے کے زینہ کو لوں تو لوگ حضرت عمر کی برابری کا خیال کرینگے اسلیے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست پر بیٹھتا ہوں اس سے کسی کو مشابہت حضور کا خیال نہیں ہو سکتا۔ اسکے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ۔ ملک مظفر شاہ یمن ملک الظاہر جقمق ملک المؤید نے یکے بعد دیگرے اور موجودہ منبر سلطان سلیم نے سنگ رخام کا بنوایا۔ اسکے چودہ زینہ ہیں جو بہترین صنعت کا نمونہ ہیں۔

خدام حرم نبوی

ترکی حکومت کے زمانہ میں مسجد نبوی کی خدمت کے لیے ایک ہزار ملازم تھے مسجد کے خاص خدام سیاہ فام خواجہ سرا ہیں انکی تعداد اس زمانہ میں چھ سو تھی ان کا لباس سفید رہتا تھا اونچی اونچی پگڑیاں ڈھیلی ڈھیلی عبائیں اور لمبی لمبی آستینیں اور خاص صورتوں سے یہ لوگ ممتاز ہیں یہ لوگ نہایت جوشیلے اور پختہ ارادہ کے لوگ ہیں باوجود انتہائی عسرت و تنگدستی کے یہ لوگ کہیں نہیں جاتے۔ اصحاب صفہ کے چبوترہ پر بیٹھے رہتے ہیں۔

مقصورہ شریف

مقصورہ شریف اُس مجموعہ کا نام ہے جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما
ہیں اسمیں حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ کا مزار مقدس بھی شامل ہے یہ
اسی کے مشرق میں ہے مسجد کا کچھ حصہ ہے مغرب کے جانب پوری مسجد اور ستون
وغیرہ ہیں اُتر طرف بھی مسجد کا کچھ حصہ پورب طرف ستون تہجد اور اصحاب صفہ کا
چبوترہ ہے۔ مقصورہ شریف باہر چہار طرف سے پیتل کے جالی دار جنگلوں سے گھرا
ہوا ہے اسمیں محرابیں ہیں اور دو محرابوں کے بیچ بیچ طلائی دروازے ہیں ہر دروازہ
پر خوبصورت طلائی جالیاں لگی ہوئی ہیں جو اپنی خوشنمائی میں آپ اپنی نظیر ہیں ہر
دروازہ میں گول گول دائرہ کا خلا ہے جہاں سے اندر کا نظارہ ہو سکتا ہے۔
سلام کرنے کے لئے اُتر جانب کے دروازے کے پاس جانا پڑتا ہے۔ یہ دروازہ
خاص خاص موقع پر کھولے جاتے ہیں جالی کے اوپر کی طرف سرخ مخمل کا ایک
پردہ آویزاں ہے جسمیں زردوزی کام سے نہایت خوبصورت [illegible] خط نسخ
میں عبارت لکھی ہوئی ہے کہ ھذا قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی پردہ
سے پتہ چلتا ہے کہ اس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں خلفاء کی قبریں ہیں
قبلہ رخ مواجہہ شریف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک کھڑکی ہے جو اس
وقت کھولی جاتی ہے جب کسی اہم کام کے لیے دعا و استعانت کی ضرورت
ہوتی ہے۔ مقصورہ شریف کی جالیوں کے اندر حجرہ شریف میں حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں حجرہ شریف قیمتی پتھروں سے بنا ہوا ہے اور سبز
ریشمی پردوں سے چھپا ہوا ہے جس پر سونے کے تاروں سے کلمہ لکھا ہوا ہے
یہ پردہ سلطان عبدالحمید خان ثانی کے زمانہ کا ہے حجرہ شریف کے چاروں طرف
سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۷۵ھ میں سیسہ گلا کر پانی تک پہنچا
دیا ہے تاکہ جسم اطہر شریف محفوظ رہے سیسہ کی دیوار اس لیے قائم کی گئی تھی
کہ چند عیسائیوں نے خفیہ چاہا تھا کہ سرنگ لگا کر آپ کا جسم اطہر لیجائیں اس کی
اطلاع سلطان کو خواب میں ہو گئی تھی جو تحقیقات کے بعد ٹھیک اتری جسد اطہر کے

ساتھ گستاخی کرنے والے پہچانے گئے انھوں نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور سزایاب ہوئے

مقصورہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ

حجرہ روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کیطرف ایک برآمدہ بنا ہوا ہے برآمدے کے ساتھ ایک پانچ فٹ کا چبوترہ ہے جس پر سبز مخملی غلاف چڑھا ہوا ہے اس پر طلائی سلمے ستارے سے لکھا ہوا ہے کہ ھٰذا القبر لفاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اسپر سرخ مخمل پر سلما ستارے کا کام کیا ایک پردہ ہے یہی مقصورہ فاطمۃ الزہراء کہلاتا ہے۔ یہاں حضرت سیدہ کی قبر بتائی جاتی ہے۔ قبر کی بابت راویوں کا اختلاف ہے دراصل قبر جنت البقیع میں ہے یہاں آپ کا حجرہ تھا آپ کے اور حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ایک جھروکا تھا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپکی حالت اکثر دریافت فرماتے تھے۔

مدینہ شریف کی دیگر مساجد

مسجد قبلتین

قبلتین کے معنے دو قبلوں کے ہیں مدینہ شریف کے شمال غربی جانب وادی العتیق الصغیر کے پاس ایک مسجد ہے جسکی درستگی سلطان سلیمان نے ۹۵۰ھ کرائی تھی اسیکو مسجد قبلتین کہا جاتا ہے یحییٰ نے عثمان بن محمد بن اخنس سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ نے مسجد بنی سلمہ میں ام بشر بن البراء کے یہاں تشریف لیگئے آپ نے آپ کے لیے کھانا پکایا آپ نے نوش فرمایا آپ کے ساتھ اصحاب بھی شریک رہے جب ظہر کا وقت آیا تب آپ نے سب کے ساتھ نماز پڑھی جب دو رکعتیں ہو چکیں تو دوران نماز میں حکم ہوا کہ کعبہ کی طرف منھ کرکے نماز پڑھو اب تک بیت المقدس کی طرف نماز ہوتی تھی سب لوگ اُدھر متوجہ ہوگئے عورتیں مردوں کی جگہ اور مرد عورتوں کی جگہ آگئے اسی وجہ سے اُس مسجد کا نام مسجد القبلتین ہوا۔ اور محمد

بن جابر کی روایت اسکے مخالف ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں نے قبلہ بدل دیا اور بہت سے بنی سلمہ کے لوگ ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ سب لوگوں نے قبلہ بدل دیا یہاں تک کہ اپنے منھ کو قبلہ کی طرف پھیر لیا۔ اور بخاری نے براء بن عازب سے قصہ تحویل قبلہ اس طرح روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اسکے بعد بنی قوم میں آیا وہ لوگ نماز عصر بیت المقدس کی طرف منھ کیے پڑھ رہے تھے اُن سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں حاضر تھا آپ قبلہ کی طرف منھ کرکے نماز پڑھ رہے تھے اسے سنکر تمام قوم نے اپنے اپنے منھ کعبہ کی طرف پھیر لیے اور رافع بن خدیج نے بھی یہ روایت کی کہ تحویل قبلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ہوئی ہم مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اور صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت وارد ہے۔ کہ وہ کہتے تھے کہ ہم لوگ قبا میں نماز پڑھ رہے تھے ایک شخص ہمارے پاس آیا اُسنے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کو قرآن اترا جسمیں حکم ہوا کہ کعبہ کی طرف منھ کرو سب اسکی طرف متوجہ ہوگئے اس سے پہلے شام کی طرف متوجہ تھے سعید بن مسیب نے کہا کہ پہلے نماز بیت المقدس کی طرف پڑھی جاتی تھی۔ سترہ مہینا تک پڑھی گئی ہے اور اس قسم کی روایتیں قبلے کی تعیین میں جسکی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اُن سب سے یہ واضح ہے کہ دوران نماز میں تحویل قبلہ ہوئی بہت سے مسجد والوں کو بھی دوران نماز میں اطلاع پہونچی ان سب کی یہ صورت علامہ ابن حجر نے لکھی ہے کہ سب سے پہلے مسجد بنی سلمہ میں تحویل قبلہ ہوئی اور ظہر کی نماز قبلہ کی طرف پڑھی گئی اور پہلی نماز مسجد نبوی میں کعبہ کی طرف منھ کرکے جو پڑھی گئی وہ عصر کی نماز تھی۔ اسلیے موجودہ مسجد نبی وہ مسجد ہے جسمیں مسجد قبلہ کا حکم ہوا اسکے بعد متعدد مسجد والوں کو جیسے جیسے معلوم ہوتا گیا وہ اپنا قبلہ بدلتے گئے۔

مسجد فتح

شمال و غربی مدینہ کی طرف ایک پہاڑ ہے اُسے جبل سلع کہتے ہیں اُسکے ایک کنارہ

مسجد ہے اسکا نام مسجد احزاب اور مسجد اعلیٰ ہے یہ مسجد اس جگہ بنی ہے جسمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم احزاب والوں پر بددعا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکی دعا قبول فرمائی اور ہوا ایسی زور کی پہونچی کہ لوگوں کی ہانڈیاں جو چولھے پر چڑھی ہوئیں تھیں الٹ گئیں اور نیچے گر پڑے اور ایسا لشکر ان پر آیا کہ وہ اُسے دیکھ نہ سکے اور نادم ہوکر واپس چلے گئے۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اچھی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں تین دن دعا فرمائی ایک پیر کو دوسرے منگل کو تیسرے بدھ کو آپ کی دعا دو نمازوں کے درمیان قبول فرمائی جسطرح آپ نے دُعا فرمائی اُسکے بہت مختلف الفاظ حدیثوں میں مروی ہیں ابن زمار نے طرق حکیم سے جو الفاظ روایت کیے ہیں وہ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ هَدَيْتَنِيْ مِنَ الضَّلَالَةِ فَلَا مُكْرِمَ لِمَنْ اَهَنْتَ

اے اللہ تیرے لئے تمام خوبیاں ہیں کہ تو نے گمراہی سے نکالکر سیدھا راستہ دکھایا جس کی تو نے اہانت کی

وَلَا مُهِيْنَ لِمَنْ اَكْرَمْتَ وَلَا مُعِزَّ لِمَنْ اَذْلَلْتَ وَلَا مُذِلَّ لِمَنْ اَعْزَزْتَ

اُسے کوئی بزرگی دینے والا نہیں اور جسکو تو نے بزرگی دی اسکی کوئی اہانت کرنیوالا نہیں جسکو تو نے ذلیل کیا

وَلَا نَاصِرَ لِمَنْ خَذَلْتَ وَلَا خَاذِلَ لِمَنْ نَصَرْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ

اُسے کوئی عزت دینے والا نہیں جسے تو نے شرمندہ کیا اسکا کوئی مددگار نہیں جسکی تو نے مدد کی اسکا کوئی شرمندہ کرنیوالا نہیں

وَلَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا رَازِقَ لِمَنْ حَرَمْتَ وَلَا حَارِمَ لِمَنْ رَزَقْتَ

جسے تو نے دیا اُسے کوئی منع کرنیوالا نہیں جسے تو نے نہ دیا اُسے کوئی دینے والا نہیں جسے تو نے محروم کیا اسکو کوئی رزق دینے

وَلَا رَافِعَ لِمَنْ خَفَضْتَ وَلَا خَافِضَ لِمَنْ رَفَعْتَ وَلَا خَارِقَ لِمَنْ

والا نہیں جسے تو نے رزق دیا اس سے کوئی اسکا چھیننے والا نہیں جسے تو نے ادنیٰ درجہ کا کیا اُسے بلند درجہ کا

سَتَرْتَ وَلَا سَاتِرَ لِمَنْ خَرَقْتَ وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ

کرنیوالا نہیں جسکی تو نے پردہ دری کی اسکا کوئی چھپانیوالا نہیں جسکا تو نے عیب چھپایا اسکا کوئی ظاہر کرنیوالا

وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ

نہیں جسے تو نے قربت دی اسکا دور کرنیوالا کوئی نہیں ہے جسے تو نے دور کیا اسکا کوئی قریب کرنیوالا نہیں۔

جنگ احزاب یا خندق [illegible]

یہ قریش نے جنگ اُحد کے بعد لڑنے کے لئے آئے تھے اس جنگ میں مدینہ کے قریب و جوار کے یہودیوں نے بھی قریش سے مدد کا وعدہ کیا تھا اور قریش نے تمام قبیلوں سے مدد لیکر بڑے سیاز و سامان کے ساتھ مسلمانوں کو بالکل ختم کر دینے کا عزم کر کے آئے تھے۔ مسلمانوں نے اُنکے مقابلہ کی طاقت پائی تو عدو کو میدان میں لڑنے سے عاجز دیکھا تب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے سے قریب قریب دو قدم آدم خندق راستے میں کھود دی تھی اسمیں مدافعت کے لیے سب لوگ رہنے لگے۔

جتنی گہری خندق کھودی گئی تھی اُسے بنانے کے لئے کنوئیں کے طور پر پختہ بنا دیا گیا ہے۔ آپ کے دُعا کرنے کی جگہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے مسجد بنا دیا ہے اسکا نام مسجد فتح ہے یہ جبل سلع کی بلندی پر ہے مسجد فتح سے نیچے جنوب کی طرف دو مسجدیں اور ہیں انہیں سے ایک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اور اُسکے جنوب کی طرف والی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مسجد کہا جاتا ہے اور اسی کے قریب اور دو مسجدیں ہیں جنمیں سے ایک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اور ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ یہ سب مسجدیں اُس جگہ پر ہیں جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ جنگ احزاب میں قیام فرما تھے۔

مسجد الاجابۃ

یہ مسجد بقیع کے شمال کی طرف ہے جانیوالے کے بائیں طرف ایک ٹیلہ پر ہے ٹیلہ کبھی معاویہ بن مالک بن عوف جو قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے آثار کی یادگار کے طور پر ہے انھیں کی یہ مسجد تھی۔ مسجد اجابت اسلیے اسکا نام ہے کہ یہاں آپکی دُعا قبول ہوئی تھی۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے عامر بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اوپر سے تشریف لائے اور

بنی معاویہ کی مسجد میں تشریف لیگئے وہاں دو رکعت نماز پڑھی راوی ساتھ میں شریک تھے
اسکے بعد بہت دیر تک دعا فرماتے رہے دعا کی بابت آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے
تین چیزیں اللہ تعالیٰ سے طلب کیں انمیں سے دو مجھے دی گئیں اور ایک سے منع کر دیا
گیا۔ ایک سوال یہ میں نے کیا تھا کہ یا اللہ میری اُمت بھوک سے ہلاک نہ کی جائے
دوسرا سوال یہ تھا کہ پانی سے غرق نہو یہ دونوں باتیں قبول کرلی گئیں جب میں نے یہ
عرض کیا کہ اُن میں آپس میں اختلاف نہو جس سے ایک دوسرے سے تکلیف اٹھائے
تو مجھے منع کر دیا گیا۔ موطا میں امام مالک رضی اللہ عنہ نے اسکا ذکر کیا ہے صاحب
وفاءالوفا کے زمانہ میں یعنے نویں صدی میں یہ مسجد بڑی تھی مگر اب طول و عرض دو دو
میں یہ اُس سے چھوٹا ہے۔

مسجد رایہ

شام سے مدینہ منورہ کے داخل ہونے والوں کے بائیں ہاتھ کی طرف یہ مسجد
جبل ذباب پر واقع ہے اسکا دوسرا نام مسجد ذباب بھی ہے ابن شیبہ نے عبدالرحمٰن
اعرج سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ذباب پہاڑ پر نماز پڑھی
دوسری حدیث ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنا خیمہ غزوہ خندق میں یہاں نصب فرمایا تھا۔ اسے واقدی کی روایت کے مطابق
مسجد رایہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یزید بن ہرمز اپنے غلاموں کے ساتھ یہاں لڑتے
تھے اور خود علم لئے ہوئے تھے۔

مسجد سقیا

غربی مدینہ طیبہ کے مقام حرہ میں یہ مسجد تھی مگر آجکل ایک مقام قبۃ الرؤس کے
نام سے مشہور ہے وہاں یہ مقام باب عنبریہ کے پاس ہے۔ امام ترمذی نے حضرت
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حضور اقدس
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں نکلے یہاں تک کہ حرہ میں سقیا پر پہونچے

جو سعد بن ابی وقاص کی ملکیت تھا حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ وضو کے لیے پانی لاؤ پانی آیا آپ نے وضو فرمایا پھر قبلہ رخ کھڑے ہوگئے اور دعا کی کہ یا اللہ بیشک ابراہیم تیرے بندے اور دوست تھے اور تجھسے دعا کی تھی کہ اہل مکہ کیلئے برکت عطا فرما اور میں تیرا بندہ اور رسول ہوں تجھسے دعا کرتا ہوں کہ مدینہ والوں کے مد اور صاع میں برکت دے جس طرح تونے اہل مکہ کے لیے برکت عطا فرمائی ۔ امام طبرانی نے اپنے بعض روایتوں میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے پڑھی ۔ اور جس جگہ آپ نے نماز پڑھی تھی وہاں مسجد بنادی گئی صاحب وفاء الوفا نے اس مسجد کی پیمائش طول وعرض سات گز لکھی ہے ۔

مسجد فضیخ

یہ مسجد، مسجد قبا کے شرقی طرف ایک وادی کے کنارے زمین کے نشیب میں چھوٹی سی مسجد ہے صاحب وفاء الوفاء نے کنارہ ہائے طول وعرض بتایا ہے اسکی وجہ تسمیہ کی بابت ابن زبالہ نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے جب بنی نضیر کا محاصرہ فرمایا تو یہاں آپ کا خیمہ مبارک نصب کیا گیا چھ دن آپ نے جس جگہ نماز ادا فرمائی وہاں مسجد بنادی گئی ۔ جب شراب حرام ہوئی اور ابو ایوب انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو خبر پہونچی تو وہ چند آدمیوں کے ساتھ شراب پی رہے تھے فضیخا برتن میں ڈالکر پیتے جاتے تھے جب حرمت کی خبر ہوئی تو اسے اسی جگہ گرادیا اسی وجہ سے اس جگہ کا نام فضیخا پڑگیا ۔ فضیخ اُس شراب کو کہتے ہیں جو کچے انگوروں کو نچوڑ کر بنائی جاتی ہے ۔ اس مسجد کا نام مسجد شمس بھی ہے ۔ بعض نے مسجد شمس کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ جب آفتاب نکلتا ہے تو سب سے پہلے اسکی شعاعیں اسکے بلندی پر ہونے کی وجہ سے اسی پر پڑتی ہیں اسکے بعد مسجد قبا پر

مسجد بنی قریظہ

یہ مسجد حرہ شرقیہ کے قریب مسجد فضیخ سے کچھ دور ہے اسکا ذکر صحیحین کی احادیث میں آیا ہے

ابو سعید خدری روایت فرماتے ہیں کہ بنی قریظہ نے (یہود کا ایک گروہ تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اور مسلمانوں سے بدعہدی کی تھی۔ اپنے قلعوں سے اس شرط پر اتر آئے کہ حضرت
سعد ابن معاذ ہماری نسبت جو فیصلہ کر دینگے وہ منظور ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت سعد کے پاس بلانے کے لیے آدمی بھیجا وہ اپنے خچر پر چڑھ کر آئے جب
آپ کے قریب پہونچے تو آپ نے انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار کی تعظیم کیلئے اٹھو
پھر ان سے فرمایا کہ یہ لوگ تمہیں حکم بنا کے اپنے مکانوں سے نکل آئے ہیں آپ نے
فرمایا کہ جیسے انھوں نے ہم سے مقابلہ کیا ہے ہم قتل کرینگے اور ان کی اولاد کو غلام بنائینگے
صاحب وفاء الوفاء نے نویں صدی میں اسکی پیمائش کی تھی سوا چوالیس ہاتھ شمالی
سے جنوب کی طرف تھا لمبی میں اور چوالیس ہاتھ عرض میں یہ تھی اور لکھا ہے نصف قد
آدم کی ایک دیوار اسے گھیرے ہوئے ہے اسکے بعد سنہ ۹۴۳ھ اسکی تجدید کی گئی۔

مسجد بنی ظفر

یہ مسجد بنی ظفر کے نام سے بھی مشہور ہے حرہ شرقیہ میں بقیع کے شرقی طرف ہے
امام طبرانی رواۃ ثقاۃ کے ذریعہ سے محمد بن فضالہ ظفری سے روایت کرتے ہیں کہ
حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم مسجد بنی ظفر میں انکے پاس آئے اور ایک پتھر پر
بیٹھ گئے یہ پتھر انکی مسجد میں تھا آپ کے ساتھ عبداللہ بن مسعود اور معاذ بن
جبل اور چند صحابی تھے ایک صاحب کو آپ نے قرآن شریف پڑھنے کا حکم دیا انھوں
نے تلاوت کی جب فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ
عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا پر پہونچے تو آپ رونے لگے یہاں تک کہ ریش مبارک
تر ہوگئی۔ اور آپ نے فرمایا کہ اے رب تو گواہ رہ کہ میں ان لوگوں میں ہوں پس کیا حال
انکا ہوگا جن کو میں نے دیکھا نہیں۔ اس مسجد کے قبلہ کی طرف حرہ میں کچھ آثار ہیں
جنھیں لوگ کہتے ہیں کہ ایک انمیں سے حضور کے خچر کے پیر کا نشان ہے اور اسکے
غربی طرف کوہنی کا ایک پتھر میں گہرا نشان ہے لوگوں کا خیال ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم
تکیہ لگایا تھا اس سے پتھر نرم ہوگیا اور یہ نشان پڑ گیا ہے یہیں ایک دوسرا پتھر بھی ہے

جس پر انگلیوں کے نشانات ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں سے پیسہ پیدا کرنے کے لئے لوگوں نے یہ آثار بنا لئے ہیں۔ یہ مسجد صاحب وفاء الوفا کے پیمائش کے مطابق ۲۱ ہاتھ طول و عرض میں ہے اور اُسے مستنصر عباسی نے ۶۲۳ھ میں بنوایا ہے۔

مسجد ابی بن کعب

اس مسجد کا دوسرا نام مسجد جدیلہ بھی ہے۔ یہ مسجد مشہد عقیل اور اُمہات المؤمنین کے قبروں کے بقیع سے نکلتے وقت پڑتی ہے عمر بن شبیہ نے یحییٰ بن سعد سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم یہاں بہت آیا کرتے تھے اور کثرت سے نمازیں اسمیں پڑھی ہیں پہلے یہ مسجد بالکل خراب حالت میں تھی مگر دولت عثمانیہ نے اسکی محراب مضبوط بنوادی۔

مسجد مائدہ

یہ مسجد مدینہ شریف کے مشرق کی طرف تین گھنٹہ کی مسافت پر واقع ہے یہاں ایک دائرہ ہے اسمیں کھانے برتنوں کے ایسے نشان بنے ہوئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نشان اس مائدہ کے ہیں جو حضرت عیسٰے علیہ السلام پر اترا تھا جسکا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ مگر جو کچھ مشہور ہے وہ غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا کسی نص سے مدینہ شریف میں آنا ثابت نہیں۔ نہ اسکا پتہ ہے کہ جس قوم نے آپ سے خواہش کی تھی کہ مائدہ اترنے کی آپ دعا فرمائیں وہ یہاں رہتی تھی بلکہ اُسکے بارے میں یہ وارد ہے کہ وہ شام میں رہتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اہل غرض نے اپنی طرف سے گڑھ لیا ہے۔

مدینہ شریف کی اور مساجد

جو مسجدیں اوپر ذکر کی گئی ہیں اُن کے علاوہ بھی اور بہت سی مسجدیں مدینہ شریف میں ہیں منجملہ اُن کے مسجد عروہ ہے اور مسجد جمعہ ہے جس جگہ سب سے پہلے آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز ادا فرمائی تھی جبکہ قبا سے تشریف لا رہے ہیں یہ وادی ذی صلب میں اس مقام پر ہے جسکا نام غلیب ہے۔

عیدگاہ

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جس جگہ مستقل طور پر عید کی نماز پڑھتے تھے اسکا نام مسجد غمامہ ہے۔ سب سے پہلے عید کی نماز سنہ ۲ھ میں واجب ہوئی۔ اور میدان میں آپ نے پڑھنا شروع فرمایا۔ ایک چھوٹا نیزہ جسے نجاشی شاہ حبش نے حضرت زبیر بن العوام کو دیا تھا اور آپ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو ہبہ فرما دیا تھا وہ میدان میں آپ کے سامنے نصب کر دیا جاتا تھا اسی کی طرف آپ عید کی نماز ادا فرماتے تھے۔ مختلف میدانوں میں کئی سال اسی طرح نماز عید ادا فرمائی اسکے بعد اخیر سالوں میں مستقل طریقہ پر آپ نے اس جگہ نماز پڑھی جو غربی مدینہ میں مناخہ کے پاس تھی جہاں اب مسجد غمامہ ہے یہ مقام مسجد نبوی شریف سے ایک ہزار ہاتھ ہے۔ حضور کے زمانہ میں یہاں کچھ بنا نہ تھا بلکہ صاف میدان تھا یہاں آپ نے عمارت بنانے سے منع فرما دیا تھا۔ جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ عیدگاہ تشریف لیگئے تاکہ پانی برسنے کے لیے دعا کریں پہلے آپ نے خطبہ پڑھا پھر نماز پڑھی۔ اسکے بعد فرمایا کہ یہ ہمارے پانی طلب کرنے اور دعا اور نماز عید و بقرعید ادا کرنے کی جگہ ہے یہاں کوئی اینٹ کی عمارت نہ بنائی جائے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اسے تنگ و کم نہ کیا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ عید کی نماز پڑھکر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر انہیں خطبہ دیتے تھے وہاں ممبر نہ تھا جسپر چڑھکر خطبہ دیتے جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابی سعید خدری کی حدیث سے واضح ہے کہ آپ عید بقرعید میں عیدگاہ تشریف لیجاتے وہاں سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر پلٹ کے لوگوں کیطرف متوجہ ہوتے لوگ سب اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے انھیں نصیحت فرماتے

اور احکام بتاتے اگر کسی جگہ لشکر بھیجنے کی رائے ہوتی تو اسکا انتخاب فرماتے اور کچھ احکام بتاکر لوٹ آتے۔ حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ یہی حالت آپکے بعد تک قائم رہی جب مروان امیر مدینہ ہوا تو میں بقرعید میں جاتا رہا یہاں تک کہ ایک مرتبہ عیدگاہ پہنچکر میں نے دیکھا کہ کثیر بن الصلت نے ایک منبر بنایا ہے اور چاہتا ہے کہ مروان بن الحکم نماز عید کے قبل اسپر چڑھیں میں نے اسکا کپڑا پکڑ کر کھینچا مگر وہ چڑھ گیا اور قبل نماز خطبہ دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بدل دیا اسنے جواب دیا کہ جسے تم جانتے تھے وہ گیا میں نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم جو کچھ میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے کہ جسے نہ جانوں اسنے جواب دیا کہ لوگ نماز کے بعد بیٹھتے نہیں اسلیے میں نے خطبہ نماز کے قبل کر دیا۔ جیسا کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جاتے ایک راستے سے تھے آتے دوسرے راستے سے تھے تاکہ دونوں طرف کے لوگوں کو سلام کریں اور جنکی جو حاجتیں ہوں انھیں پوری کریں۔ جس راستے سے آپ جاتے آتے تھے وہ شہر پناہ ہونے کی وجہ سے بند ہو گیا ہے۔ جن جن جگہوں میں عید کی نماز آپ نے ادا فرمائی تھی وہاں مسجدیں بنی ہیں۔ ایک جگہ مسجد غمامہ ہے اور شمالی طرف مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے اور ایک جگہ مسجد علی رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ مسجدیں [illegible] سے [illegible] تک تیار ہوئیں اسلیے مختلف زمانہ میں انکی ترمیمیں ہوتی ہیں۔

آبار مشہورہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کنووں کا پانی نوش فرمایا ہے یا جنکا تعلق کسی طرح آپ سے رہا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ بیر اریس اسکا مفصل تذکرہ مسجد قبا کے بیان میں آچکا ہے۔

۲۔ بیر اعواف اسے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر وقف فرما دیا تھا

۳۔ بیر انا۔ اسکے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی قریظہ کے محاصرہ کے

وقت خیمہ تھا اسی سے آپ پانی نوش فرماتے تھے اسکا اب پتہ نہیں ممکن ہے کہ دوسرے نام سے مدینہ منورہ میں ہو۔

۴۔ بیر انس۔ اسکا ذکر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں کیا ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور پیاس کی تسکین کے لیے فرمایا میں نے جلدی بکری کا دودھ اور اپنے کنوئیں کا پانی حاضر کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے اور حضرت ابوبکر بائیں اور ایک اعرابی آپکے دائیں تھے جو کچھ بچا اُسے آپ نے اعرابی کو دیا اور فرمایا کہ تقسیم میں دائیں طرف کا لحاظ چاہیئے آجکل اسی کنوئیں کا نام بیر الحصارم ہے۔ یہ حدیقہ عینیہ کے شمال رباط میں ہے اسی کے قریب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا مزار مقدس ہے۔

۵۔ بیر البضاعہ۔ شمالی رخ مدینہ شریف کی ختم عمارت پر یہ کنواں ہے۔ اسی کے قریب مرے کتے اور گندہ چیزیں ڈالی جاتی تھیں جس سے لوگ گھن کرتے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اسکے پانی سے وضو جائز ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ پانی پاک ہے اسکے قریب کی چیز اس سے نجس نہیں کر سکتی۔ دوسری روایت میں ہے پانی پاک ہے جبتک اسکا مزہ رنگ بو بڑی ہوئی نجاست نہ بدل دے حضرت ابو سعید سے مروی ہے کہ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیر بضاعہ پر گیا آپ نے اس پر وضو فرمایا میں نے کہا کہ اس سے وضو جائز ہے لوگ اس پر گندی چیزیں ڈالتے ہیں آپ نے حدیث مذکور ارشاد فرمائی۔

۶۔ بیر حا۔ یہ کنواں شمالی مدینہ میں بیر بضاعہ کے پاس شہر پناہ سے متصل ہے آپ اسکے پانی کو بہت پسند فرماتے تھے۔ یہ ابو طلحہ کے باغ میں تھا اُسنے باغ اپنے اقارب اور چچا کی اولاد کے لیے وقف کر رکھا تھا سب سے زیادہ محبوب انکی جائداد میں یہی کنواں تھا آپ اسمیں تشریف لیجاتے تھے اور اسکے پانی سے خوش ہوتے تھے۔

۷۔ بیر رومہ یہ کنواں شمالی مدینہ میں ایک گھنٹہ کے راستہ پر بہت گہرا اور چوڑا ہے

اُسکے قریب حوض و نجھو اور بہت سے کھیت و کھجور کے باغات ہیں ۔ پہلے یہ ایک یہودی کی ملکیت تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُسے خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا ابن عبدالبر نے اسطرح اسکا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک یہودی کی ملکیت کنواں تھا وہ مسلمانوں کے ہاتھ پانی فروخت کیا کرتا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون مسلمان ایسا ہے جو بیر رومہ خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دے اللہ تعالیٰ جنت میں اُسے بڑا دیگا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سنا تو یہودی کے پاس آئے اور بھاؤ کیا اُس نے کل کے فروخت سے انکار کیا آپ نے بارہ ہزار درہم کو نصف خرید لیا اور مسلمانوں پر وقف کر دیا اور اُس سے کہا کہ اگر چاہو تو آدھا بانٹ لو اور چاہو تو ایک دن تم پانی بھرنے دو اور ایک دن ہم لیں وہ اخیر صورت پر راضی ہو گیا آپ نے مسلمانوں سے کہدیا کہ جس دن ہماری باری ہو اُس دن اپنا پانی بھر لیا کرو کہ جو دو دن کے لیے کافی ہو مسلمانوں نے اس پر عمل شروع کر دیا ۔ جب یہودی نے یہ حالت دیکھی تب دوسرا حصہ بھی آٹھ ہزار درہم پر فروخت کر دیا ۔ یہ کنواں وادی عقیق کے نیچے ہے اس کے قریب پانی وسیع زمین پر آکر بھر جاتا ہے ۔

۸ ۔ بیر غرس ۔ یہ کنواں قبا میں مسجد قبا سے نصف میل شمال میں ہے ابن حبان نے اپنی کتاب ثقات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ بیر غرس سے ہمارے لیے پانی لاؤ اس لیے میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اُسکے پانی سے وضو فرماتے تھے اور پیتے تھے ۔

مدینہ شریف میں اسکے علاوہ بھی بہت سے کنوئیں ہیں ۔ ان میں سے بیر عروہ وادی عقیق میں ہے اُسکا پانی اسقدر عمدہ تھا کہ امراء شام کو ہدیۃً بھیجا جاتا تھا ۔ یہ تمام کنوئیں آجکل زراعت اور مویشی کی سیرابی میں کام آتے ہیں اور پینے کے لیے نہر ازرق جسکا دوسرا نام عین زرقا ہے کا پانی کام میں لایا جاتا ہے جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے ۔ نہر زرقا قبا کے ایک کنوئیں سے نکلی ہے جسکا نام جعفر بیر ہے

یہ کنواں مسجد قبا کے غربی جانب ہے اُسے مروان بن حکم نے اپنی امارت کے زمانہ میں
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے نکالا تھا یہ عیدگاہ ہوتے ہوئے قریب قریب
تمام مدینہ میں آتی ہے اس نہر اور نہروں کا تفصیلی بیان تاریخی حصہ میں کیا جائیگا۔
وادیوں نالے ہیں وادی عقیق سب سے زیادہ متبرک اور آب وہوا کے اعتبار
سے نہایت بہتر ہیں ہے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے پسند فرمایا ہے
اُسکی تعریف فرمائی اور آب وہوا کی خوشگواری میں شعراء کے قصائد ہیں۔

حرم مدینہ

بہت کثرت سے احادیث وارد ہیں جنسے ثابت ہے کہ مکہ کی طرح مدینہ شریف کے
لیے بھی حرم ہے جسمیں شکار کرنے اور درخت وگھاس کاٹنے کی ممانعت وارد ہے
ہم یہاں چند احادیث ذکر کرتے ہیں جنھیں شیخین نے روایت کیا ہے۔
عبداللہ بن زید سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک
ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے حرم بنایا اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے دعا
فرمائی اور میں مدینہ کے لیے حرم بناتا ہوں جیسا کہ انھوں نے مکہ کے لیے بنایا امام
بخاری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ حرم مدینہ اسکے لابتین
کے درمیان ہے۔ لابتین سے شرقی وغربی خشک حصہ مراد ہیں۔ امام مسلم نے
ابو سعید خدری سے روایت کی ہے آپ فرماتے تھے کہ یا اللہ ابراہیم علیہ السلام نے
مکہ کے لیے حرم بنایا اور اُسکے لیے محترم مقامات مقرر کردیے میں مدینہ کے لیے
حرم بناتا ہوں وہ مازمین (دو پہاڑ کے نام ہیں) کے درمیانی حصہ کو حرم
بناتا ہوں۔ اس سے مراد عیر وثور دو پہاڑ ہیں۔ عیر مکہ کے جنوب میں ہے اور
ثور احد کے پیچھے ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے
اس سے مراد یہ ہے ان مقاموں کے درمیان خون نہ بہایا جائے نہ لڑائی
کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں۔ نہ اُن کے درختوں کے پتے جانوروں کے لیے

توڑے جائیں۔ امام داؤد ظاہری کے نزدیک گھاس بھی یہاں کی نہ کاٹی جائے نہ یہاں کا شکار بھگایا جائے۔ نہ کوئی گری ہوئی کسی کی چیز اٹھائی جائے۔ گری ہوئی چیز اسکے لیے اٹھانا جائز ہے جو مالک تک پہونچائے۔

امام نووی فرماتے ہیں لابتان مغرب و مشرق کی طرف کی حدیں ہیں اور عیر و ثور پہاڑ شمال و جنوب کی حدیں ہیں۔ حرہ (خشک مقام) شمالی و جنوبی شرق و غرب سے مل جائیں۔ کیونکہ وہ انھیں کی طرف جاتی ہیں۔

حضرت انس کی روایت کے مطابق ان کا بارہ میل گرد مدینہ چراگاہ بنانا ثابت ہے لہٰذا حرم مدینہ سے یہ رقبہ مراد ہے۔

ان احادیث متذکرہ کی بنیاد پر امام مالک امام شافعی امام احمد حرم کے قائل ہو گئے ہیں لیکن تفصیل میں ہر ایک مختلف ہیں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حرم کے قائل نہیں بہت سے واقعات شکار و درخت کاٹنے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات میں ایسے ہوئے ہیں جو حرم کے ہونے کی تردید کرتے ہیں اس لیے آپ کی رائے نہیں ہوئی۔ تفصیل وفاء الوفاء کے شروع میں دیکھنا چاہئے۔

یہ اختلاف اسمیں ہے کہ جو گھاس و درخت خود اُگے ہوں۔ اگر کسی شخص کی ملکیت ہیں تو اسکے کاٹنے میں کوئی اختلاف نہیں جس طرح نیت وغیرہ کے کاٹنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ جو لوگ حرم کے قائل ہیں ان کی فقہ کی کتابوں میں مسائل جزئیہ مذکور ہیں۔

شریعت کے حکم و اسرار کا علم اسکے رسول اور اسکے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا۔ مگر تحدید کے وجوہ حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔

۱۔ جس رقبہ کو حضور اقدس نے خاص طور پر مقرر فرمایا اسمیں ممکن ہے کہ حضور کو کوئی خاص انوار نظر آئے ہوں اور آپ چاہتے ہوں کہ امت کو اسے بتا دیا جائے تاکہ وہ اس سے مستفید ہو۔ ایک روایت میں وارد ہے کہ آپ نے بنو حارثہ سے فرمایا کہ تم حدود حرم سے باہر نکلکر آباد ہو گئے پھر آپ نے غور فرما کر کچھ دیر کے

بعد فرمایا کہ نہیں تم اندر ہی رہو۔
۲۔ اہل شہود اس پر متفق ہیں کہ ان کو حدود حرم کے اندر مخصوص انوار نظر آتے ہیں اور حرم کے ظاہری احکام اسی پر مبنی ہیں۔ جس دن آپ مدینہ تشریف لائے اس دن حدود حرم میں ایک خاص روشنی پھیلی تھی جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

فضائل مدینہ منورہ

مختلف شہروں کے فضائل میں جو حدیثیں مروی ہیں اُن میں زیادہ ضعیف اور بعض بعض موضوع تک ہیں لیکن مدینہ منورہ کی فضیلت میں کثرت سے حدیثیں وارد ہیں اور اُن میں سے اکثر صحاح میں مروی ہیں۔
یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ دنیا کے تمام شہروں پر مکہ و مدینہ کو فضیلت حاصل ہے۔ لیکن اسمیں اختلاف ہے کہ مکہ و مدینہ میں کون سا شہر افضل ہے۔ دونوں مقامات کے لوگوں نے اس پر اپنی رائے کے مطابق رسالہ لکھے ہیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے شہر کی فضیلت ثابت کی ہے اس وقت ہمیں یہاں اس سے بحث نہیں۔

۱۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ کہ خداوندا مدینہ کو ہمارے لیے محبوب بنا جیسا کہ وہ ہمارے لیے محبوب تھا بلکہ اُس سے بھی زیادہ۔ یہ دعا آپکی قبول ہوئی اور مدینہ ہی کو آپ نے اپنا مسکن بنایا اپنے جائے پیدائش اور آباؤ اجداد کے وطن پر اُسے ترجیح دیا اسی وجہ سے جب آپ سفر سے تشریف لاتے تھے تو سواری کو تیز فرما دیا کرتے تھے۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے تب ہی تو آپ نے اُسے پسند فرمایا۔
۲۔ آپ کا ارشاد ہے۔ کہ ایمان مدینہ میں سمٹ آجائیگا جسطرح سانپ اپنے بل میں آتا ہے۔ ایمان کا سمٹ کر آنا اسکی فضیلت کو بتاتا ہے۔
۳۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسے شہر میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو اور شہروں کو کھا جائیگا

ابن مسعودؓ نے اسکا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اسکی فضیلت اوروں پر غالب آجائیگی۔
۴۔ آپ کا ارشاد ہے۔ جس شخص نے مدینہ منورہ کی سختیوں پر صبر کیا میں اسکا قیامت کے دن شفیع اور گواہ رہوں گا۔
۵۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یمن فتح ہوگا تو لوگ اپنے جانوروں کو ہانکتے ہوئے اہل و عیال کے ساتھ وہاں چلے جائیں گے۔ کاش وہ سمجھتے کہ مدینہ ہی اُن کے لیے اچھا ہے
آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ آدمی اپنے چچا زاد بھائی یا اپنے عزیز رشتہ داروں کو بلائیگا کہ آؤ عیش کیطرف آؤ فارغ البالی کی طرف آؤ۔ کاش وہ جانتے کہ مدینہ ہی اُنکے لیے بہتر ہے۔ اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی شخص اس سے منہ موڑکر نکلیگا تو خدا مدینہ میں اس سے بہتر شخص کو اُسکا جانشین بنا دیگا۔ آگاہ رہو کہ مدینہ لوہار کی بھٹی کے مثل ہے کہ میل کچیل کو نکال پھینکتی ہے جب تک مدینہ اپنے برے لوگوں کو نکال نہ پھینکے گا جیسے کہ لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کچیل کو نکال پھینکتی ہے اسوقت تک قیامت نہ آسکے گی۔
۸۔ مدینہ پاک ہے وہ گناہوں سے اسطرح پاک کردیتا ہے جیسے بھٹی چاندی سونے کی میل دور کردیتی ہے۔
۹۔ جو شخص اہل مدینہ کو نقصان پہونچاتا جائیگا اللہ تعالیٰ اُسے اسطرح پگھلا دیگا جیسا آگ شیشے کو یا پانی نمک کو پگھلاتا ہے۔ اس حدیث کے بہت سے تاریخی شواہد ہر زمانہ میں لوگوں نے پیش کیے ہیں۔
۱۰۔ جو شخص مدینہ میں کوئی برائی کریگا یا برائی کرنے والے کو پناہ دیگا اس پر خدا فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت برسیگی اور اُسکے فرائض و نوافل کچھ مقبول نہ ہوں گے
۱۱۔ جس شخص سے ممکن ہو وہ مدینہ میں مرے کیونکہ جو شخص وہاں مریگا میں اُسکی شفاعت کروں گا۔

امام شعبی مکہ کے قیام کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ وہ بدؤوں کا مقام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہجرت فرمائی صحابہ مکہ میں حج و عمرہ کے لیے آتے تھے اور فوراً واپس جاتے تھے۔ اسکے بخلاف مدینہ کے قیام و مجاورت کو سلف سے کسی نے مکروہ نہیں سمجھا۔ نووی نے یہ البتہ کہا ہے کہ مدینہ میں اگر آدمی قیام کریگا تو اسکی وقعت دل میں کم ہو جائیگی۔ اور وہاں اگر کچھ گناہ ہو تو وہ بھی بڑا ہے۔ لیکن علامہ زرکشی فرماتے ہیں کہ احادیث میں جو ترغیب قیام کے بارے میں آئی ہے وہ نووی کے مخالفت سے بہت قوی ہے۔

۱۱۔ جو شخص تین دن مدینہ سے غایب ہوکر وہاں دوبارہ آئیگا تو اس کے قلب میں سختی محسوس ہوگی۔

۱۲۔ کوئی ایسا شہر نہیں جسمیں دجّال قدم نہ رکھیگا بجز مکہ و مدینہ کے کیونکہ انکے فرشتے محافظت کریں گے۔

۱۳۔ مدینہ میں دجال بلا شبہ نہ داخل ہوگا۔

۱۴۔ مدینہ کی خاک پاک میں شفا ہے۔ زخم پھوڑے پھنسیوں پر آپ نے وہاں کی مٹی لگانے کو فرمایا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

۱۵۔ جو شخص صبح مدینہ کی کھجور کھالیگا اُسے شام تک کوئی چیز نقصان نہ پہونچائیگی

خصوصیات مدینہ منورہ

مدینہ طیبہ کے کچھ ایسے خصوصیات ہیں جو اور کہیں نہیں۔

۱۔ اسمیں ایک ایسی جگہ ہے جو تمام دنیا سے اجماعاً افضل ہے وہ جائے مرقد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۲۔ اکثر صحابہ یہاں مدفون ہیں۔

۳۔ ابتدا اسلام کی اشاعت میں تمام جان دینے والے شہدا یہاں آسودہ و استراحت ہیں بقول حضرت امام مالک یہ دار الہجرۃ ہے۔ دار السنۃ شہدا سے لبریز رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے بہترین لوگ یہاں موجود ہیں۔

۴- اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب کی مدد کے لئے اسی کو انتخاب فرمایا۔
۵- تمام اسلامی ممالک بزور شمشیر فتح ہوئے مگر یہ بزور قرآن فتح ہوا۔
۶- خدا تعالےٰ نے اسے اپنے دین کا مظہر بنایا۔
۷- قیامت میں اشراف امت محمدیہ یہیں سے اٹھیں گے۔
۸- خدا تعالیٰ نے اسکی زمین کو اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا۔ اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً مکہ کی زمین کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا۔
۹- خدا تعالیٰ نے اسے رسول کا گھر قرار دیا کَمَآ اَخْرَجَكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ۔
۱۰- اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی قسم کھائی لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔
۱۱- رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ میں مدخل صدق کو مقدم کہا
۱۲- خود اپنے ہاتھ سے اللہ کے رسول نے مسجد تعمیر فرمائی۔
۱۳- اسمیں مسجد قبا ہے جسکے بارے میں حکم ہوا کہ اسکی تعمیر تقویٰ پر ہوئی ہے۔
۱۴- یہاں آپ کے حجرہ و جنت کے درمیان ایک باغ جنت کے باغوں سے ہے۔
۱۵- ان کی مسجد میں نماز کا ثواب بہت زیادہ ملتا ہے۔
۱۶- نماز کے علاوہ بھی اور عبادتوں کا ثواب بہت زیادہ ملتا ہے۔
۱۷- مسجد نبوی میں تعلیم و تعلم کی تاکید آئی ہے۔
۱۸- مدینہ ہی میں جبل اُحد ہے جسکی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہم اسے چاہتے ہیں اور وہ ہمیں چاہتا ہے
۱۹- وہ سب سے پہلی مسجد ہے جو مسلمانوں کے لیے تعمیر کرائی گئی۔
۲۰- پیغمبروں کی تعمیر کردہ مسجدوں میں سب سے آخری مسجد یہیں بنی۔
۲۱- یہیں جبرئیل امین علیہ السلام کثرت سے آتے۔
۲۲- یہ ہمیشہ دار الاسلام رہیگا اور سب سے اخیر میں ویران ہوگا۔
۲۳- لوگ علم دین حاصل کرنے کے لئے نکلینگے مگر یہاں سے بڑھکر کوئی عالم نہ پائینگے۔

اسی قسم کی خصوصیات احادیث سے اخذ کرکے صاحب وفاء الوفاء نے بیان کی ہیں جنکی تعداد ۹۰ تک پہونچتی ہے تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

دیوان حسرت موہانی

حصہ یازدہم

جسمیں حسرت موہانی کی وہ کُل غزلیں درج ہیں جو
باوقات مختلف تکمیل حصہ دہم کے بعد
جنوری ۲۵ء سے دسمبر ۱۹۳۴ء تک
لکھی گئیں

خانہ آصفیہ سرکار عالی
حیدرآباد دکن
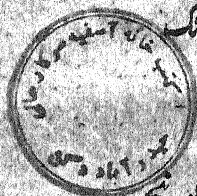
جس کو حاجی شرف الدین نے اپنے

رئیس المطابع واقع کانپور میں چھاپا

اور

حسرت موہانی نے کانپور سے شایع کیا

۱۹۳۵ء

تعداد طبع اول ۵۰۰ جلد جملہ حقوق محفوظ ہیں قیمت فی جلد ۲ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

یوں نہیں اہلِ ہوس راہ میں در کی جبیں سائی کا
شوق محتاج نہیں حوصلہ افزائی کا

آج کل جشنِ رخِ یار کی بیتابی کو
ضد یہ ہے نام نہ لے کوئی شکیبائی کا

یہ بھی احسان ہے ان کا کہ مجھے کر کے تباہ
دیکھنے آئے تماشا مری رسوائی کا

بخت دوری سے ہوا عیشِ تصور بھی بہم
ہو گیا اور ہی عالم شبِ تنہائی کا

ان سے اربابِ نظر کی ہے یہ خواہش حسرت
اٹھ رہے کوئی دقیقہ نہ خود آرائی کا

عرفانِ عشق نام ہے میرے مقام کا
حامل ہوں کس کے نغمۂ نے کے پیام کا

متھرا سے اہلِ دل کو وہ آتی ہے بوئے انس
دنیائے جاں میں شور ہے جس کے دوام کا

مخلوق اک نگاہِ کرم کی امیدوار
مستانہ کر رہی ہے بھجن رادھے شیام کا

محبوب کی تلاش ہوئی رہبرِ محب
برسانے سے جو قصد کیا نندگام کا

گوکل کی سرزمیں بھی عزیزِ جہاں بنی
کلمہ پڑھا جو ان کی محبت کے نام کا

بندرا کا بن بھی رشکِ جنت بنا کہ تھا
پامالِ ناز انھیں کی بہارِ خرام کا

لبریز نور ہے دلِ حسرت زہے نصیب
اک حسنِ مشکفام کے شوقِ تمام کا

وہ کہتے ہیں پھر تجھکو آنا پڑے گا
ہمیں کو پھر الٹے منانا پڑے گا

نہ جب تجھ سے مطلب رہا کچھ تو دل سے
تری یاد کو بھی بھلانا پڑے گا

تری یاد بھی چھوٹ جائے گی لیکن
بہت دل کو صدمہ اٹھانا پڑے گا

کہاں جائیگی عشقبازی کی عادت
کہیں اور دل کو لگانا پڑے گا

تجھے بزمِ خوباں میں درخور کا اپنے
بلا کر نمونہ دکھانا پڑے گا

دکھا کر تماشائے واسوختِ آخر
تجھے پھر سے اپنا بنانا پڑے گا

ارادے غرض ہیں بہت کچھ یہ حسرت
وہ کہتے ہیں پھر تجھکو آنا پڑے گا

وہ بھی کیا دن تھے کہ تو جلوہ فراموش نہ تھا — دین و دنیا کا مجھے تیرے سوا ہوش نہ تھا

کس قدر عام تھی ارزانیٔ مے کی شہرت — عہد ساقی میں نہ تھا کوئی جو مدہوش نہ تھا

اور بھی سب کو دکھائی تھی صباحت کی بہار — ابر دیسے وہ مرے غم پہ سیہ پوش نہ تھا

شام گیسو بھی تری تھی سبب غفلت دل — میں فقط محو صبح جبیں کا سرگوش نہ تھا

پیرہن کوئی اتارا نہ انھوں نے حسرت
وہ کہ خوشبوئے محبت سے ہم آغوش نہ تھا

متھرا کہ نگر ہے عاشقی کا — دم بھرتی ہے آرزو اسی کا

ہر ذرۂ سرزمین گوکل — دارا ہے جمال دلبری کا

برسانہ و نندگاؤں میں بھی — دیکھ آئے ہیں جلوہ ہم کسی کا

پیغام حیات جاوداں تھا — ہر نغمۂ کرشن بانسری کا

وہ نور سیاہ تھا کہ حسرت
سرچشمہ فروغ آگہی کا

کرنے کو تو میں عہد کروں ترک ہوس کا — پر دل سے کہوں کیا جو نہیں ہے مرے بس کا

بے کیفیت ملے گھر میں وہی حال ہے میرا — جو صحن چمن میں ہو گرفتار قفس کا

پھر لے کے چلا دل ہمیں تا کوئے ملامت — خطرہ نظر آیا کچھ اسے پیش و پس کا

کیا جلد ہوا خاتمۂ دور تمنا — وقفہ نہ ملا شوق کو دو چار برس کا

بیگانۂ آئین محبت ہیں وہ حسرت
رکھتے ہیں جو عشاق پہ الزام ہوس کا

نہ لیکر دل کرو انکار دل کا — کہ چھپنا ہے بہت دشوار دل کا

پھر ان سے بعد مدت کیوں ملے ہم — سکوں پھر ہو گیا بیمار دل کا

یونہیں دیتے رہو تم داغ پر داغ — پھلا پھولا رہے گلزار دل کا

ندامت کیوں ہوئی ان سے ہر بار — کہا ہم نے کیا ہر بار دل کا

ہوئے ہیں جب سے دونوں ایک حسرت — نہ دل میرا نہ میں ہوں یار دل کا

انہیں شوقِ خود آرائی نہ ہوتا
تو اتنا دل بھی سودائی نہ ہوتا

تغافل مجھ سے کیوں کرتے وہ ناحق
اگر دعوائے زیبائی نہ ہوتا

تری بدنامیوں کا ڈر ہے ورنہ
ہمیں کچھ خوفِ رسوائی نہ ہوتا

نہ ہوتے ان کے ہم عاشق تو شاید
انہیں بھی ناشکیبائی نہ ہوتا

جفا پیشہ وہ کم کرتے جو حسرت
تمہیں خود دارائی نہ ہوتا

شوق پہنچا جو حدِ جنوں سے قریب
ہوا وادیٔ وفا میں حبیب

بے چلا پھر کہاں نشاں مجھ کو
دل ابھی راہِ حرم کے قریب

اُن کی اس شیوۂ پردہ داری کے نثار
ہم کہاں ورنہ اور کہاں یہ نصیب

خلد ہے کوئے یار ورنہ کہاں
یہ کدورتیاں یہ کیف یہ طیب

لو ہے جینے کو پھر چلے حسرت
دیدنی ہے یہ ماجرائے غریب

ترے کشتے اے جانِ جہانِ محبت
حقیقت میں ہیں کامرانِ محبت

کرم بھی ترا بانگاہِ وفا تھا
ترا جور بھی ہے نشانِ محبت

بنائے آفریں بھی ہم دیکھتا
بہار آفریں ہے خزانِ محبت

جو سرگشتۂ یاس حیرانِ غم ہو
وہ منزل ہے کاروانِ محبت

زہے قبلۂ دین و ایمانِ حسرت
خوشا رتبۂ آستانِ محبت

مظہرِ شانِ کبریا صلِ علیٰ محمد
آئینۂ خدا نما صلِ علیٰ محمد

موجبِ نازِ عارفاں باعثِ فخرِ صادقاں
سرور و خیرِ انبیا صلِ علیٰ محمد

مرکزِ عشقِ دلکشا مصدرِ حسنِ جانفزا
صورت و سیرتِ خدا صلِ علیٰ محمد

مونسِ دل شکستگاں پشت و پناہِ خستگاں
شافعِ روزِ جزا صلِ علیٰ محمد

حسرت اگر ہے تجھ کو بخششِ حق کی آرزو
وردِ زباں رہے سدا صلِ علیٰ محمد

اب کہاں صبر کو قرار کا ہوش
مطرب عشق ہے ترانہ فروش

ہو رہی ہے صباحِ عشق طلوع
بجھ چلے ہیں چراغِ عقل خموش

حلقۂ دام بلا کی ہو حق پر
طعنہ زن ہے ترے جنوں کا خروش

شوق فرمائے وصلِ یار ہیں اب
فکرِ امروز ہے نہ شکوۂ دوش

دعوی ترک مے نہ کر حسرتؔ
کام ساقی اگر ہے بادہ فروش

آشنا کیا ہوئے یار سے ہم
سخت بیزار ہیں قرار سے ہم

سر لائینگے بہر دیدۂ عشق
اس کوچۂ حسن کے غبار سے ہم

کام رکھتے ہو جبر و قہر سے تم
جان نثار و دل فگار سے ہم

اپنی یہ سادگی کہ داد وفا
پائینگے اس جفا شعار سے ہم

کر چلیں پھر کہیں نہ کسبِ جنوں
سایۂ ابرِ نوبہار سے ہم

از رہِ بیدلی بہ صحبتِ غیر
خوش ہیں گل سے خفا ہیں خار سے ہم

عاشقی ہو کر شاعری حسرتؔ
ہو نکلے ہر اعتبار سے ہم

وفا تجھ سے اے بیوفا چاہتا ہوں
مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

تری آرزو ہے اگر جرم کوئی
تو اس جرم کی میں سزا چاہتا ہوں

وہ مجھکو برا جانتے ہیں تو جانیں
میں پھر بھی ان کا بھلا چاہتا ہوں

تجھے جیسی خوباں سے انجان خوبی
جدا جانتا مانتا چاہتا ہوں

میں بیمارِ غم ہوں مداوائے غم کو
ترے در کی خاکِ شفا چاہتا ہوں

نصیحتگروں کی ملامت سے حسرتؔ
میں اس شوخ کو برملا چاہتا ہوں

اسے بیتابئی ہے وہ خود جانتے ہیں
جو میں اپنے حق میں دعا چاہتا ہوں

ترے زلف شب کی [illegible]
شب [illegible] وصل چاہتا ہوں

ہیں اس غمزۂ دلستاں کو حسرت
پس [illegible] جان دینا چاہتا ہوں

سکتے ہو تم یہی سزا ہے تری — ہم کو اس میں بھی کچھ کلام نہیں

جام جب تھا تو مے نہ تھی حسرت
اب جو مینا ملا تو جام نہیں

[illegible]

سلام علیک اے جوارِ مدینہ — جوارِ سراپا بہارِ مدینہ
زہے راحت لیقظ و نوم احبا — خوشا لطفِ لیل و نہارِ مدینہ
سویدائے دل ہے دلِ حسنِ حق کا — نہیں یہ شبِ نوربارِ مدینہ
مشامِ تمنا میں خوشبوئے جنت — پھرے لیکے ہم یادگارِ مدینہ

مدینے چلو کیوں نہ ہر سال حسرت
بلائیں جو خود تاجدارِ مدینہ

[illegible]

یادِ شہر و کوئے یار آنے لگی — آرزو کو بوئے یار آنے لگی
زلفِ یار اندر ہوائے حسنِ یار — تا رخ نیکوئے یار آنے لگی
شوق محوِ ہوس ہونے لگا — نکہتِ گیسوئے یار آنے لگی
حسن کی نذرِ عقیدت بے شمار — ہر طرف سے سوئے یار آنے لگی

زخمِ دل دیکھا تو حسرت ہم کو یاد
قوتِ بازوئے یار آنے لگی

[illegible]

تحسین ہے لب پر ترے دشنام نہیں ہے — الزامِ تمنا کوئی الزام نہیں ہے
خوبی تری بے قید ہے خواہش مری بے حد — ان دونوں کے آغاز کا انجام نہیں ہے
ایسا کوئی دنیا میں نہیں عشقِ نظرباز — اے حسنِ دلآرا جو ترا رام نہیں ہے
بیٹھے ہیں تری یاد میں کونین سے فارغ — اب ہم کو کسی چیز سے کچھ کام نہیں ہے
پر نورِ مئے عشق دلِ روشنِ عرفاں — آئینۂ عالم ہے مرا جام نہیں ہے
برپا ہیں ہر سمت حوادث کے تلاطم — دریا مری تقدیر کا آرام نہیں ہے

دیوانہ ہوں ساقی کی نظر کا مری مستی
حسرت گروِ بادۂ گلفام نہیں ہے

[illegible]

زہے نصیب جو ہو میرے حال کو بھی نصیب
وہ ابتری جو تری زلف پر شکن میں ہے

اور کیا ہے یہ تقاضا کہ تیرے شوق کی بات
سنے نہ کوئی مرے دل میں یا دہن میں رہے

جو فیض عشق ہی ہے تو کیا عجب حسرت
کہ امتیاز نہ کچھ شیخ و برہمن میں رہے

دل کو غم کونین سے بیگانہ بنا دے
اے جلوۂ جاناں مجھے دیوانہ بنا دے

بدست سبو کار کہ مخمور حق آگاہ
دیکھیں ہم کیا ساقی میخانہ بنا دے

حالت ہے فقیرانہ مری وہ شہ خوباں
چاہے تو فقیرانہ سے شاہانہ بنا دے

دنیا کے لئے ہو سبق رشد و ہدایت
گر عشق مرے حال کا افسانہ بنا دے

فرزانگی ہوش سے بیزار ہے حسرت
حیرت اسے دیوانۂ فرزانہ بنا دے

محبوب ہیں محبوب کی ہر بات بجا ہے
اب مجھ سے تغافل بھی وہ فرمائیں تو کیا ہے

پھر شکوۂ غم کا مجھے کیوں شوق ہوا ہے
پھر سنئے وہ کہہ دینگے یہی تیری سزا ہے

ہم خوش ہیں بہر حال جفا ہو کہ وفا ہو
وہ یوں کہ محبت کی سزا میں بھی مزا ہے

سونگھی تھی جو اک بار وہ خوشبوئے گریباں
اب تک اسی بوئے گریباں کا نشہ ہے

کہنے کو تو ظاہر میں خفا ہم بھی ہیں لیکن
کچھ دل کا عجب حال ہے جب سے وہ خفا ہے

ہم چھین کے لے بھی گئے پان آپکے منہ کا
کہتے ہی رہے آپ کہ دینگے نہ دیا ہے

شرما کے وہ بولے بھی تو کیا "ہم سے نہ بولو"
کیا خوب تری چھیڑ کا حسرت یہ صلا ہے

مجھ سے اے دل انہیں گلا نہ رہے
تو رہے بے قرار یا نہ رہے

شوق کو دل میں بر بنائے ہجوم
ڈر یہی ہے کہ راستا نہ رہے

آپ ہی کو کرم کی خو نہ رہی
یا ہمیں ذوق عطا نہ رہے

وصل میں کھو دئے جسم یار کو آج
شوق سے پردۂ قبا نہ رہے

ان سے کیا تم نے کہہ دیا حسرت
کہ وہ اب مائل جفا نہ رہے

فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظم حج

حج کو جب حکم رسول کریم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

راستہ جب کشش دل ہوئی
سخت جو تھی سہل وہ منزل ہوئی

جذب بنا سلسلہ راز کا
مسئلہ سامان خدا ساز کا

ختم ہوئی قلت زاد سفر
چلنے لگی باد مراد سفر

بحر عرب میں سکون تمام
مرکب لیاس آغوش خرام

سطح فلک صاف ہوا معتدل
باد بہاری بھی ہوئی جس سے خجل

راہ طلب کھلنے لگی بے خطر
غایۂ صفر اہتمام دوران سفر

وقت یلملم میں ہوا شام کا
شور مچا کوشش احرام کا

رحمت حق بن کے ہوئی دستگیر
کچھ نہ رہا فرق امیر و فقیر

تلبیہ لب پہ لئے دیوانہ وار
عاشق سرگشتہ رواں سوئے دیار

جدہ میں آ کر رہے پابند رکاب
شام سے تا صبح بصد اضطراب

پہنچے جو موٹر پہ حدود حرم
گریۂ شوق آہ سے ہو کر بہم

جذب کی تاثیر دکھانے لگا
ہر سفری دھوم مچانے لگا

قبلۂ مقصود کی جب نظر
رہ نہ سکی کچھ سر و پا کی خبر

گریۂ بیتاب کی شدت ہوئی
دل کی عجب شوق سے حالت ہوئی

کعبہ کی خوبی بزبان عجم
دیکھئے کیا خوب ہوئی ہے رقم

رو بحرم کن کہ در آن خوش حریم
مست سیہ پوش نگارے مقیم

قبلۂ خوبان عرب روئے او
سجدہ گہ شوخان عجم کوئے او

گنگ ہوئی ایسی زبان قال
طوف حرم کا نہ رہا کچھ بھی خیال

کچھ نظر آیا تو یہ آیا کہ ہاں
اک کرم حق کا ہے کھلا دریا رواں

دیکھئے قابل ہے وہ دور عشق
طوف میں ان کے غلامان عشق

آٹھویں ذی الحجہ کو بعد اختتام
جبکہ ہوا جا کے منیٰ میں قیام

قافلے والوں نے بصد نیاز
خیف کی مسجد میں ادا کی نماز

چلکے منیٰ سے عرفات آ گئے
دل میں لئے شوق مچاتے سب

جوش میں تھی رحمت پروردگار
سننے کو ہر ایک دکھی کی پکار

مورد اکرام الٰہی ہوئے
شام سے مزدلفہ کو راہی ہوئے

صبح کو مزدلفہ میں پڑھ کر نماز
آکے منیٰ میں ہوئے پھر سرفراز

رمی جمار و ذبح بزور حلق سر
مصلحت اس کی نہ کچھ آئی نظر

پھر بھی بصد شوق و جنون و جبر
دل سے سب احکام بجا لائے بجا

طوف زیارت پہ ہوا حج تمام
نظم بھی یہ ختم ہوئی والسلام

نوٹ: یہ نظم ماہ ذیقعدہ [illegible]ھ میں فقیر کے پہلے سفر حج کے دوران میں جہاز رحمانی پر شروع کی گئی اور بعد حج کے منیٰ میں ختم ہوئی۔ اسی سال مدینۃ الرسول میں بیماری [illegible] کے موقع پر ایک غزل بھی کہی گئی تھی "سلام علیک اے جوار مدینہ۔ جوار سراپا بہار مدینہ"۔ یہ غزل اس مجموعے کے ساتویں صفحے میں درج ہے۔ دوسرا اور تیسرے سفر حج کے زمانے میں جو غزلیں کہی گئیں وہ بھی نویں اور چوتھے صفحے پر درج ہیں ان کے مطلعے یہ ہیں۔ "پھر اک شوق لب یار کی آرزو ہے ٭ طواف در یار کی آرزو ہے" ٭ "شوق بیحد جنوں کے قریب ہے ٭ یہ ہوا دل کی آ گئی یا حبیب" ٭